سیرت

مولانا کرامت علیؒ جونپوری

مرتبہ

مولانا عبد الباطن جونپوری

ابن علامہ اجل مولانا حافظ عبد الاول صاحب نوراللہ مرقدہ

باھتمام

محمد فضیل ابن حضرت مولانا محمد غالب حسین

جونپوری (مدظلہ العالی)

ناشر

مرکز طالب العلوم

ملّا ٹولہ جونپور (الھند)

۷۸۶

انتساب

میں اس سیرت کو صاحبِ سیرت کے مرشدِ برحق حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے خلفاء کرام کے نام منسوب کرتا ہوں جنکی سعی و کوشش سے اسلام اپنی خصوصی شکل کیساتھ ہندوستان میں اب تک باقی رہا۔

احقر
عبدالباطن جونپوری

فہرست مضامین سیرت ہذا

ایک بابرکت ہستی

تیرھویں صدی ہجری کے ابتدائی زمانہ میں ہندوستان کی جہالت اپنے شباب پر تھی مذہب سے بیگانگی، مسجدوں کی ویرانی، قبرپرستی، پیرپرستی، رسومات شرک و بدعت، نذر غیراللہ کا رواج، پورے عروج پر تھا اُسی صدی کے پہلے دن اور پہلی تاریخ پر مجدد وقت صاحب خیر و برکت ہستی کو خدا نے پیدا کیا جس نے تاریک دنیا کو اپنے شمع ہدایت سے روشن کردیا جس کا اسم گرامی شیخ الاسلام حضرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ آپ کی بابرکت شخصیت نے کروروں انسانوں کے برباد ہوتے ہوئے ایمان کو بچالیا اور ضعیف الاعتقاد مسلمان کو راسخ العقیدہ مسلمان بنادیا۔ آج ہندوستان میں سچے مسلمان، آباد مسجدیں، بھرپور مدرسے، اللہ کا نام لینے والی خانقاہیں، شرک و

شرک و بدعت سے نفرت کرنے والے مسلمان جو نظر آرہے ہیں وہ آپ
ہی کی تعلیم اور برکت کے نتیجے ہیں۔

پنجم محرم الحرام سنہ ۱۲۰۱ھ ایک مبارک دن تھا جس دن مبلغ اعظم
اور مجاہد اکبر پیدا ہوا جس نے ہندوستان کے گوشہ گوشہ کو اپنے نور ہدایت
سے منوّر کر دیا اور مسلمانوں کو صحیح معنوں میں مسلمان بنادیا آپکی پیدائش کے
چودہ برس سترہ دن کے بعد خدا نے آپ کے ایک بابرکت خلیفہ اور سچے
نائب کو خدمت اسلام کے لئے پیدا کیا جن سے پیغمبروں اور نبیوں جیسا
کام لیا جن کی سعی اور جدوجہد نے علاوہ اضلاع ہند کے بنگال اور آسام
کے وسیع خطہ کو گمراہی اور بے دینی سے بچا لیا جن کا نام قطب الارشاد
حضرت مولانا شاہ کرامت علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ یہ چند
اوراق جو آپ کے مطالعہ کے لئے پیش کئے جارہے ہیں حضرت مولانا
جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر سوانح حیات ہے۔

ناشر

عرض حال

حضرت مولانا کرامت علی جونپوری رحمہ اللہ کے حالات زندگی اور
اُن کے دینی کارناموں کو جمع کرنا آسان کام نہ تھا اس لئے کہ اُن کے زمانہ
حیات میں واقعات و حالات کو قلمبند کرنے کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا،
اسی طرح آپ کے ملفوظات و مکتوبات اور آپ سے بکثرت پیش آنے والی
کرامات کو محفوظ رکھنے کا کوئی ادارہ نہ تھا ممکن ہے کسی کو اس کام کی طرف
توجہ نہ ہوئی ہو کہ یہ چیزیں آئندہ نسل کے لئے مشعل راہ ہوں گی۔ بزرگوں کے
تاریخی حالات اور سوانح عمری اسی لئے شائع کیجاتی ہے کہ آنیوالی نسل
اس سے سبق لے اور اس کو نمونہ عمل بنائے۔ ایسی مقتدر ہستی جو تبلیغ
اور اشاعت اسلام کے سلسلہ میں دربدر پھرتی رہی ہو، اور ملک کے
گوشہ گوشہ تک پہونچتی رہی ہو، بیر نیپال و سندیپ کے سمندر اور آسام کی
پہاڑیوں کا چکر لگایا ہو اور ہر طبقہ و ہر مزاج کے لوگوں سے سامنا رہا ہو
اور قسم قسم کے عقیدہ والوں سے مڈبھیڑ رہی ہو، جس نے تبلیغی جدوجہد
اور دعوت اسلام میں سالوں بری و بحری راستوں کو طے کیا ہو، رات
جنگلوں اور ٹاپوؤں[۱] میں گذاری ہو اس کو کتنے حیرت میں ڈالنے والے واقعات

۱؎ دریا کے وسط میں زمین کا جو حصہ ابھر آتا ہے اُس کو ٹاپو کہتے ہیں۔

اور ہمت کو پست کر ڈالنے والی مشکلات پیش آئی ہوں گی، اُن سب کو اگر محفوظ کیا جاتا تو بلاشبہ موہ وہ نسل کیلئے سرمایہ بصیرت ہوتا۔ آپ کا نام علی تھا آپ سے بہ کثرت کرامتوں کا صدور ہوا یہی وجہ ہے کہ لفظ "کرامت" آپ کے نام کا جزء بن گیا اُن بے شمار کرامتوں کو اگر جمع کیا جاتا تو عبرت اور موعظت کا ایک بیش قیمت خزانہ سامنے ہوتا۔

حضرت مولانا کے کچھ حالات اور مشہور واقعات جو بزرگوں کے سینوں میں مستور تھے اُن کو حضرت والد محترم مولانا حافظ عبدالاول صاحب رحمہ اللہ نے اپنی تصانیف میں اور برادر مکرم مولانا حافظ ابوالبشر صاحب رحمہ اللہ نے اپنی بعض تحریروں میں محفوظ کر رکھا تھا، بس یہی میری معلومات کا سرمایہ تھا، میں اپنی اس تہی دستی پر مغموم اور بے سروسامانی پر رنجیدہ تھا کہ یک بیک امداد غیبی نے میری رہنمائی کی یعنی میرا خیال حضرت جدامجد مولانا کرامت علی صاحبؒ کی تصنیف کردہ کتابوں کی طرف منتقل ہوا کہ دیکھیں اس میں میرے لئے کس قدر سامان معلومات موجود ہے، چنانچہ احقر نے "ذخیرہ کرامت" ہر سہ حصہ جس میں ۴۹ رسالے شامل ہیں اور زادالتقویٰ، اطمینان القلوب، نورٌ علیٰ نور، ملخص، کا مطالعہ شروع کیا تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی، اس لئے کہ اس میں ضروری معلومات کا کافی ذخیرہ موجود پایا اور آپ کی زندگی کے بہت سے روشن پہلو

سامنے آ گئے۔

حضرت مولانا کی جتنی تصانیف ہیں وہ سب آپ کے مذہبی جذبات اور دینی خدمات کا آئینہ ہیں اُس شفاف آئینہ میں حضرت مولانا کے کارناموں کو اُن کی دینی جدوجہد اور اس زمانہ کی تاریکی وجہالت اور مفسدوں بدعتیوں کی مذہب اسلام کے ساتھ دشمنی کا حال دیکھا جا سکتا ہے۔ ایک ہادی اور داعی اسلام کی زندگی کس طرح گذری اور اس نے اشاعت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے کیا کیا کام انجام دیئے۔ احقر نے آپ کی مؤلفات میں وہ سب کچھ پایا۔ اس سیرت کی تسوید و ترتیب میں خود حضرت مولانا کی تصانیف نے احقر کی بڑی رہنمائی کی، گو اس کے قبل بھی ان کتابوں کے مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا تھا جو مثل خواب تھا۔ تکمیل سیرت کے خیال سے اُن مذکورہ کتابوں کو پانچ پانچ بار اور سات سات بار ایک ایک حصہ کو دیکھنا پڑا اور ہر بار میری معلومات میں اضافہ ہوتا رہا۔ میری راہ آسان اور میری منزل قریب تر ہوتی گئی۔ آپ کی تحریروں سے اُس تاریک زمانہ کا حال لوگوں کی بے عملی، بدعقیدگی، شرک و بدعت کا زور مسجدوں کی ویرانی اور اُس کی بیحرمتی کا نقشہ سامنے آ گیا اسی طرح حضرت مولانا کا جناب سید صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہونا، مقامات سلوک کا جلد طے ہونا، سید صاحبؒ اور ان کے گروہ کے ساتھ صحبت و مجالست اور اس کے تاثر کا حال، ......

معلوم ہوا، بنگال کا سفر، فرید پور، بیرسیال و چاٹگام کے خارجی، لاجمعہ
اور بدعتیوں سے تحریری و تقریری مباحثہ کرنا اور اُن لوگوں کا لاجواب کر
مولانا کے موافق بنجانا اور بعد کو حرص دنیا کے سبب اپنے سابق عقیدہ کیطرف
عود کر جانا معلوم ہوا، منکرین جمعہ اور بدعتی پیروں کا تبلیغی کاموں میں مولانا
کو ناکام بنانے کی کوشش کرنا اور اُنکے دجل و فریب اور مکر کا حال بھی ظاہر
ہوا، حضرت سیّد صاحبؒ کے معاندین کا حال اور آپ کے جلیل القدر
خلیفہ حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور اُن کی کتاب "تقویۃ الایمان" پر کفر
کا فتوٰی اور مولانا جون پوری کی طرف سے ایسے بیہودہ فتووں کا رد بھی نظر
سے گذرا، حضرت سید صاحبؒ کے مجدد زمانہ ہونے اور اُنکے رتبہ مشیخت پر
فائز ہونے پر مولانا کے دلائل اور طریقۂ محمدیہ کے حق اور جامع ہونے پر
مولانا کے بہت سے اقوال بھی پائے گئے۔ اس طرح ایک سوانح نگار کو خود
صاحب سوانح کا نوشتہ مل جانا کیوں کر باعث خوشی نہوتا۔

حضرت مولانا کی تصانیف میں مفید ارشادات کا کافی ذخیرہ موجود ہے
اس کو اگر سلیقہ سے باترتیب جمع کیا جائے تو ارشادات و نصائح کا ایک
خاصا دفتر تیار ہو سکتا ہے جس سے طالبین مستفیض ہو سکتے ہیں۔

مولانا مرحوم کی تصنیف کردہ کتابیں جن کا شمار تخمیناً بیالیس (۴۲) سے زائد
ہو گا، احقر کو سخت افسوس ہے کہ اس موقعہ پر اُن کتابوں سے نصف سے

زائد کتابوں کا نہ میں نے مطالعہ کیا اور نہ مجھے دستیاب ہو سکیں مجھے یقین ہے کہ
اگر وہ کتابیں مطالعہ کیجاتیں تو معلومات کا ایک بڑا دفتر سامنے ہوتا۔ اگر کوئی
باہمت اُن کتابوں کو تلاش کر کے اس سے مفید معلومات اور ارشادات کو
جمع کر دے تو میں اُس کو خوش نصیب انسان سمجھوں گا۔ نمونہ احقر نے پیش
کر دیا اضافہ کی ابھی بہت کچھ گنجائش ہے اور میدان بھی بہت وسیع ہے۔

احقر الناس عبد الباطن بن علامہ مولانا عبد الاول بن ہادی ہند
و بنگال و آسام امیر شریعت حضرت مولانا کرامت علی جون پوری
رحمہم اللہ تعالیٰ
مورخہ ۵ ر ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ
بوٹ فلاح

سلسلہ نسب حضرت مولانا کرامت علی جونپوری رحمہ اللہ

آپ کا سلسلہ نسب ۳۵ واسطوں سے خلیفہ اول حضرت سیدنا
ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اس طرح پہنچتا ہے
مولانا کرامت علی بن ابو ابراہیم شیخ امام بخش بن شیخ جار اللہ بن شیخ
گل محمد بن شیخ محمد دائم بن شیخ محمد فاضل بن شیخ محمد ولی بن شیخ ابو محمد بن شیخ
عبد اللہ بن شیخ ابو الفتح بن شیخ حمید بن شیخ محمد حافظ بن شیخ مخدوم شاہ الحافظ
بن شیخ سعد اللہ حافظ بن شیخ برہان الدین بن شیخ اشرف بن قاضی نظام الدین
بن خواجہ نصیر الدین بن خواجہ نجیب بن خواجہ سیف اللہ بن خواجہ شمس الدین
بن خواجہ بایزید بن خواجہ عبد اللہ بن خواجہ صوفی بن خواجہ مظفر بن خواجہ
مصعب بن خواجہ سیف الدین بن خواجہ نصیر الدین بن خواجہ ابو سہم
بن خواجہ ابو علی بن خواجہ عمر بن خواجہ اوحد بن خواجہ ابو محمد ابن خواجہ
ابراہیم بن خواجہ احمد بن جناب محمد بن امیر المومنین سیدنا
ابو بکر صدیق رضی خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ولادت باسعادت

حضرت قطب الارشاد مولانا کرامت علی جونپوری رحمہ اللہ کی ولادت
باسعادت ۱۸ محرم الحرام ۱۲۱۵ھ کو محلہ ملاٹولہ شہر جونپور میں ہوئی۔ حضرت
مولانا کی ولادت کا زمانہ وہ زمانہ تھا جبکہ شہر میں اسلامی احکام کے عامل اور
شریعت پر چلنے والے کالمعدوم تھے، اہل علم تھے مگر عمل سے خالی، خانقاہیں تھیں
لیکن بطور رسم، مسجدیں تھیں تو نہ اُن میں موذن تھا نہ امام، نہ نمازی تھے نہ جماعت
کا قیام، مسجد سے اہل شہر کا صرف اس قدر تعلق تھا کہ ایک آدمی صبح کو مسجد
کے دروازہ پر کھڑا ہو کر اذان دے دیتا اسی طرح مغرب کے وقت، تاکہ صبح و
شام کا امتیاز ہو۔ ایسے تاریک دور میں آپ پیدا ہوئے۔ سچ تو یہ ہے کہ آفتاب
ہدایت صرف اس لئے طلوع ہوا کہ اپنے نور سے تاریک دنیا کو روشن کر دے۔
خدا کی شان مولانا کے والد ماجد مولوی ابو ابراہیم شیخ امام بخش علیہ الرحمہ
اپنے ماں باپ کے ایک ہی فرزند تھے۔ اُن کے متعلق کسی صاحب دل
بزرگ نے فرمایا تھا کہ خدا چاہے تو اس ایک سے بستی آباد ہو گی، چنانچہ اس
دعا اور مژدہ کے ظہور کا آغاز حضرت مولانا کے وجود مسعود سے ہوا، الحمد للہ اس
وقت جونپور کے محلہ ملاٹولہ کی ۔ ۔ ۔ ۔ آبادی اور اس کی عالمانہ رونق آپ کی
اولاد و احفاد سے قائم ہے۔

مولانا کا عہد طفلی

حضرت مولانا مرحوم کو بچپن ہی سے جیسا کہ عہد طفلی کے اقتضا سے ہے کہ لہو لعب کھیل تماشا بچوں کو مرغوب ہوتا ہے ان چیزوں سے طبعی نفرت تھی بعض وقت ان باتوں کو دیکھکر تجربہ کار اور خیر اندیش لوگ کہا کرتے کہ یہ لڑکا ایسے زمانہ میں پیدا ہوا جبکہ فرائض و واجبات کی پابندی مخصوص گھروں کے سوا نظر نہیں آتی اور عقائد تک لوگوں کے بگڑے ہوئے ہیں اور رسومات کے پھندے میں اہل علم تک پھنسے ہوئے ہیں تو اس بچہ کی حالت اور لہو لعب کھیل کود سے نفرت کچھ اور ہی رنگ لانے والی ہے جب مولانا بالکل چھوٹے تھے اور بات چیت کر سکتے اور سمجھ سکتے تھے تو بڑوں بوڑھوں کے پاس بیٹھتے اور ان کی باتیں سُنا کرتے تو بعض ظریف طبع کہتے کہ اس لڑکے میں بڈھی روح ہے جو بچہ ہو کر بڈھے بوڑھوں میں بیٹھتا ہے۔ آپ بچپن ہی سے ذیرک اور ہوشیار اور نہایت سمجھدار قوی الحافظہ تھے آپ فرماتے تھے کہ مجھے اپنی پیدائش کی جگہ اور جس جانب کو چراغ روشن تھا بطور خواب کے اب بھی یاد ہے۔ اسی طرح بچپن کے بہت سے واقعات شیر خوارگی کے ایام کی ایسی بیان فرماتے جس کی تصدیق پوری پوری ہو جاتی اور جس کو کوئی دوسرا لڑکا باوجود زیادتی عمر کے نہ بتا سکتا تھا۔ چونکہ آپ صغر سنی ہی سے ذہین و ذیرک تھے اس لئے جملہ علوم

و فنون کو بہت کم عمری میں کامل طور سے حاصل کر لیا تھا، چنانچہ انیس[19] برس کی عمر میں آپ نے فقہ کی مشہور کتاب "مفتاح الجنۃ" عام فہم اُردو زبان میں تالیف فرمائی جو آج ہر دیندار مسلمان کے گھر میں موجود ہے، آپ کو اس کی مقبولیت کا اندازہ صرف اس سے ہوگا کہ بقول ایک بزرگ اس کتاب کا ترجمہ اٹھارہ[18] زبانوں میں ہو چکا۔ اور سیکڑوں بار اہل مطابع نے اس کو طبع کرایا۔ حضرت مولانا کی خلوص نیت کے سبب یہ کتاب ایسی مقبول ہوئی کہ ہر خاص و عام مرد و عورت سب اسے پڑھتے پڑھاتے ہیں اور ابتدائی ضروری تعلیم میں اس کو شمار کرتے ہیں

مولانا کی ابتدائی تعلیم اور خصائل

جب حضرت مولانا سن شعور کو پہنچے تو آپ کے والد مولوی ابو ابراہیم صاحب نے اپنے خاندان کے دستور کے مطابق اول پارہ عمّ کی تعلیم باقاعدہ شروع کرائی خداداد حافظہ تھا اس لئے پارہ عمّ چند ایام میں حفظ کر لیا اور ساتھ ہی ساتھ نماز کے ارکان وصفات اور دعا و ثنا و درود کو بھی ازبر کر لیا مولانا والد اس تغیر کے زمانہ میں بھی جبکہ لوگوں کو اعمال سے سبکدوشی اور انتہائی درجہ کا بعد ہو چکا تھا وہ خود شریعت کے پابند اور سنت کے متبع تھے۔ سات سال کی عمر میں مولانا کو نماز کے لئے کھڑا کر دیا اور قبل اس کے کہ دس سال کا زمانہ آئے

جو تنبیہ و تادیب کی شرعی عمر ہے حضرت مولانا نماز کے پابند اور عاشق
بن گئے ایسا کہ بعض بڑی عمر والوں کو نماز کا خیال دلاتے اور اذان کی خبر
کرتے۔ خدا نے اس برگزیدہ ہستی کو ابتداءِ عمر سے خیر خواہ خلق اور خادم اہل اللہ
بنایا تھا، صبح اُٹھ کر اپنے حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر وضو کر کے نماز کیلئے تیار
ہو جاتے اور کبھی خود ہی اذان بھی دیتے اور نماز سے فارغ ہو کر پڑھنے میں
مشغول ہو جاتے۔ اپنے گھر کے کاموں کا اس درجہ خیال رہتا کہ والدین کو
کوئی کام کرنا نہ پڑے خود بعض ضروری اور مشکل کاموں کو اپنی خوش فہمی سے انجام
دے کر والدین کی قلبی دعا اور باطنی مسرتوں کے برکات حاصل فرماتے کبھی کوئی
مسافر مہمان آجاتا تو اپنی طبعی اقتضا کے موافق خدمت کیلئے حاضر ہو جاتے اور
حق مہمانی کما حقہ ادا فرماتے۔ انھیں مہمانوں میں بعض ایسے مہمان بھی آجاتے جو
خاصان خدا سے ہوتے وہ آپ کے والد ماجد کو مبارکباد و بشارت دیتے کہ یہ
صاحبزادہ آپ کا وارث النبی ہوگا۔ ابتدا ہی سے آپ کو احکام شرعیہ کیساتھ اُنس
اور محبت تھی۔ اور اس کے اجراء میں حسب لیاقت کوشش بھی کرتے تھے۔ روزہ
نماز کے جاری کرنیکے ساتھ ہی ساتھ بدعات و محدثات اور شادی و غمی کی ناپاک
رسومات سے بھی لوگوں کو خوش اسلوبی کیساتھ روکتے اور بدعات سے باز رکھنے
کی کوشش کرتے۔ اسی طرح بیکسوں، عاجزوں، بیواؤں، یتیموں کی دستگیری اور
مدد بھی فرماتے۔ بعض گھروں کا خانگی کام مثلاً سودا سلف بھی لادیا کرتے۔

کسی کے گھر میں پانی نہ ہوتا اور تکلیف دیکھتے تو پانی بھی بھر دیا کرتے۔ الغرض
آپ بچپن ہی سے فطری طور سے متبع سنت اور خصائل نبوی کے حامل تھے۔

تحصیل علوم

حضرت مولانا کے والد ماجد فارسی کے ماہر اور کتابت میں اعلیٰ درجہ کے
خوشنویس تھے مولانا کی ابتدائی تعلیم اُن کے والد ماجد مرحوم نے پدرانہ
شفقت کیساتھ خود فرمائی، اس کے بعد آپ دیگر اساتذہ اور مشاہیر
علماء کی خدمت میں بغرض تحصیل و تکمیل حاضر ہوئے اور ہر ایک فن کے
اُستادوں کو تلاش کر کے کمال حاصل کیا علم دینیہ مولانا قدرت اللہ رُدولوی
مرحوم سے، علم حدیث مولانا احمد اللہ انامی سے، علم معقولات مولانا
احمد علی چریا کوٹی سے، علم تجوید قرآن قاری سید ابراہیم مدنی اور قاری
سید محمد اسکندرانی سے علماً و عملاً حاصل کیا۔

علم تجوید کی خدمت

علم تجوید قرآن آپ نے اس زمانہ کے ماہرین سے حاصل کیا جس میں
قاری سید ابراہیم مدنی اور قاری سید محمد اسکندرانی کا نام تواریخ میں پایا
جاتا ہے۔ اس فن تجوید کی آپ نے بڑی خدمت کی ہے آپنے اس بات کی بڑی کوشش

کی کہ لوگ صحیح مخرج سے قرآن پڑھیں۔ اس فن میں کتابیں لکھیں، خود
لوگوں کو قرآن مشق کرایا اور آپ نے بہت لوگوں کو علم تجوید و قرأت سکھا کر
کامل قاری بنادیا۔

اس فن تجوید میں آپ کی تصانیف سے مخارج الحروف، شرح جزری ہندی
زینت القاری، کوکب دری، قابل دید اور لائق استفادہ ہے۔ یہ سب کتابیں
ایسی مقبول ہوئیں کہ آج تک لوگوں کے درس میں ہیں۔ اور مدارس اسلامیہ
میں داخل نصاب ہیں اور اساتذہ قرأت ان کتابوں کو بطور سند پیش کرتے ہیں

میرے والد مرحوم حضرت مولانا حافظ قاری عبدالاول صاحب جونپوری
احسن التواریخ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ معظمہ میں ان کتابوں کو درس
میں شامل دیکھا، یہ آپ کی خلوص نیت اور قبولیت عامہ کی بڑی دلیل ہے
اس وقت بھی ہندوستان و بنگال کے مدارس میں جہاں فن تجوید کی تعلیم کا
اہتمام ہے، آپ کی مذکورہ کتابوں کو بڑی عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا
ہے۔

فن کتابت

حضرت مولانا نے خوشنویسی کے فن کو حافظ عبدالغنی صاحب مرحوم
خوشنویس سے حاصل کیا تھا جو حافظ محمد علی خوش رقم کے نامور شاگردوں میں سے
تھے۔ جب مولانا کتابت میں اپنے استاد کے ہم پایہ ہوگئے تو حافظ عبدالغنی مرحوم
نے خوشخطی کا تمام ذخیرہ جو اُن کو اپنے استاد سے ملا تھا مولانا کے حوالہ کر دیا،
خدا کی شان پھر وہ ذخیرہ مولانا کے خاندان ہی میں رہ گیا یعنی جب مولانا کے
بھتیجے مولانا محمد محسن صاحب مرحوم فن کتابت میں کامل ہوئے تو حضرت مولانا
نے وہ کل ذخیرہ اپنے لائق اور قابل بھتیجہ کو مرحمت[1] فرمادیا اور اُنہوں نے حسب
روایات سابقہ اپنے لائق فرزند مولانا صوفی ابوالحسین صاحب مرحوم کو
سپرد فرمادیا۔

حضرت مولانا ہفت قلم تھے بہت لوگوں کو فن کتابت کی تعلیم دے کر
خوشنویس بنادیا۔ آپ کی لکھی ہوئی عربی کتابیں اور آپ کے دست مبارک کے
لکھے ہوئے قرآن شریف اب بھی لوگوں کے پاس موجود ہیں۔

[1] بروایت مولانا ابوالبشر صاحب مرحوم ۱۲

ایک چاول پر سورۂ قل ہو اللہ کا لکھنا

حضرت مولانا ایک چاول پر پوری سورۂ قل ہو اللہ مع بسم اللہ کے لکھتے تھے اور آخر میں اپنا نام بھی لکھ دیتے تھے خوبی یہ تھی کہ حروف نہایت صاف خوشخط اور واضح ہوتے تھے کہ دیکھنے والے حیرت کرتے۔ چاول پر قل ہو اللہ لکھنے کے وقت چاول کی خاص گرفت اور صنعت کتابت کا خاص رمز جو کہ سینہ بسینہ چلا آتا تھا اس کو مولانا نے اپنے بھتیجے مولانا محمد محسن صاحب مرحوم کو تعلیم فرما دیا تھا اور انھوں نے اپنے فرزند مولانا صوفی ابوالحسین مرحوم کو بتلا دیا تھا احقر نے اپنی صغر سنی کے زمانہ میں ان حضرات کا لکھا ہوا چاول دیکھا تھا۔
مولانا ابوالبشر صاحب راوی ہیں کہ شہر ڈھاکہ کے ایک رئیس صاحب اس صنعت کو اور چاول کی خاص گرفت کو سیکھنا چاہتے تھے اور معاوضہ میں پانچسو روپیہ دینا چاہتے تھے مگر نااہلیت کی بنا پر مولانا نے اس کو منظور نہیں فرمایا کہ فن کی عزت و قدر روپیہ پیسہ سے برباد نہیں کی جاسکتی ہے ہاں اس صنعت کا حاصل کرنا ممکن تھا اگر وہ رئیس بجائے نقد معاوضہ کے اپنے کو اس کا اہل اور طالب علم ثابت کرتے ان کی غلطی تھی جو اس کمال کو ایک خریدار کی حیثیت سے حاصل کرنا چاہا۔

فنِ سپہگری

حضرت مولانا تحصیل علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ فرصت کے وقت فن سپہگری کو بھی حاصل کرتے جاتے تھے چنانچہ اُس زمانہ میں بہاری نامی سُنار سپہگری کے ہنر کا ماہر اور اُستاد کہلاتا تھا شہر کے ہندو مسلمان اُس سے اس فن کو سیکھتے تھے۔ مولانا کو اس فن کے سیکھنے کا طبعی شوق پیدا ہو گیا ہر چند بعض ہم عمر دوستوں نے منع بھی کیا کہ فضول وقت ضایع کرنے سے کیا حاصل، آپ نے فرمایا کہ یہ بھی ایک علم ہے اور میں تو اس فن کو بہ نیت دین حاصل کرنا چاہتا ہوں جو آئندہ ضرورت کے موقعہ پر معین و مددگار ثابت ہوگا۔

مولانا کو دن میں اپنی ضروریات سے کہاں فرصت تھی بعد مغرب بہاری سُنار کے مکان پر جانا اختیار کیا بعض دیگر اشخاص بھی رات کو سیکھنے جاتے مگر مولانا مغرب کی نماز کے بعد ہی چلے جاتے تھے اور پہلے اُن کے یہاں کا پانی بھر کر تب اکھاڑہ میں اُترتے گویا پانی بھرنے کی خدمت کو بھی پہلوانی اور سپہگری کا جزء مولانا نے بنا رکھا تھا اُستاد کی خدمت کرکے اور اُس کو خوش کرکے فن کو حاصل کرنا مولانا کا ہمیشہ سے معمول تھا یہی وجہ تھی کہ روزانہ اس سرعت سے کام میں ترقی ہوتی کہ دیکھنے والوں کو تعجب ہوتا

اکثر موقعوں پر بہ نسبت دوسرے شاگردوں کے مولانا کو ہر ایک چیز میں دیکھنے والوں دنیز اُستاد کی طرف سے نمبر اول ملتا یہ دیکھکر بعض ہندو! اُستاد سے کہتے کہ اُستاد کی عنایت کی نظر ہم لوگوں پر کچھ کم ہے باوجودیکہ ہم لوگ دن کو بھی محنت کرتے اور رات کو بھی حاضر ہوتے ہیں مگر جو خاص ہنر کی باتیں اور اس فن کا گُر ہے وہ آپ مولوی صاحب ہی کو بتاتے ہیں، اس کا جواب اُستاد کی طرف سے یہ ہوتا کہ بھائی ہیں تو جو کچھ بتاتا ہوں سب کے سامنے اور ہر ایک کو بتاتا ہوں مگر مولوی صاحب پر خدا کی مدد ہے اور اُن کا خیال اور ذہن نہایت درست ہے وہ ہر ایک بات کو یاد رکھتے ہیں، تم لوگ دن کو بھی آتے ہو اور جو کچھ بتاتا ہوں کرتے بھی ہو اور فرصت کے وقت رات کو بھی آکر کام میں لگ جاتے ہو اور مولوی صاحب باوجود معزز خاندان اور بحیثیت علم کے عالیشان ہیں دن کو اپنی ضرورتوں اور مذہبی تعلقات کے سبب نہیں آسکتے مگر رات میں سب سے پہلے آجاتے ہیں اور اپنی انسانی اقتضا سے میری راحت کا اس درجہ لحاظ رکھتے ہیں کہ اگر گھڑوں میں پانی نہ رہتا تو بلند ہمتی کے سبب اپنے ہاتھ سے پانی نکال کر بھر دیتے ہیں اور اس کام کو نہ مشقت سمجھتے ہیں اور نہ ذلت جانتے ہیں تم لوگوں میں سے کون اس خیال کا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ اس کام کو اپنے نام و نمود کے واسطے کرتے ہو کہ فلانا بڑا لکڑی کھیلنے والا ہے اور بڑا

تلوار باز ہے۔ اور مولوی صاحب نام کے واسطے نہیں بلکہ کام کے واسطے سیکھتے اور مشقت جھیلتے ہیں جو اُن کا خالص مذہبی خیال اور سچّا عشق معلوم ہوتا ہے اسی وجہ سے میری توجہ اُن کی طرف زیادہ ہے اُن کو ترقی اور فن سے مناسبت روزافزوں ہوتی جاتی ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ مولانا نے جو کچھ جس سے سیکھا خدمت کرکے اور راضی و خوش کرکے سیکھا اس لیئے اُستادوں کی دعا بھی شامل رہی۔

بعد کو یہ فن سپہگری ہدایت و تبلیغ کے کاموں میں بہت بڑا معاون ثابت ہوا، بہت سے نازک موقعہ پر اس فن کی قدر معلوم ہوئی۔ ایک ہادی کے لئے اس فن کا جاننا اُس زمانہ میں ضروری تھا اس لئے قدرت نے اس کا انتظام بھی کردیا کہ طبیعت فن سپہگری کی طرف مائل ہوئی، آپ اس فن میں ایسے ماہر تھے کہ بعض مقاموں میں لوگوں سے مقابلہ ہوا تو بڑے بڑے ماہرین فن اُستادوں نے عاجز ہوکر آلۂ حرب اپنے ہاتھوں سے مولانا کے سامنے رکھدئیے اور آپ کی شاگردی میں داخل ہوگئے، چنانچہ ضلع اعظم گڈھ مقام سدھاری کے مسلمان زمیندار کے یہاں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ اس فن کے ماہروں کی درخواست پر مولانا نے لاٹھی اور بنوٹ کا ہنر دکھلایا وہ لوگ مولانا کے کمال کو تسلیم کرکے شاگردی میں داخل ہوگئے۔

تبلیغی خدمات انجام دیتے ہوئے بعض دفعہ آپ دشمنوں کے نرغہ میں

محصور ہو گئے اور بنوٹ کے ذریعہ بلا تکلف اپنے کو آزاد کرا لیا۔ ہدایت کے ابتدائی زمانہ میں مولانا کے دشمن اور مخالفین بکثرت تھے اور ہر وقت جان کا خطرہ رہتا تھا اُس زمانہ میں مولانا ہتھیار بند رہا کرتے تھے جس کو خود وہ اپنی تصنیف میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

"اس فقیر نے دین جاری کرنے میں جس قدر کوشش کیا ہے اور تکلیفیں اُٹھایا ہے اور اپنی جان ہتیلی پر رکھکر ملک ملک پھرتا رہا اور قرآن شریف لکھکر اور تجارت کر کے اپنا خرچ چلاتا تھا یہاں تک کہ سفر سے آ کے سواری کا خرچ قرض لیکے ادا کرتا تھا اور جس مقام میں جاتا تھا وہاں اکثر مقام میں جان کا خوف رہتا تھا اور فقیر اُس وقت ہتھیار بند رہتا تھا۔"

(اطمینان القلوب)

بزرگوں سے یہ بھی سُنا گیا ہے کہ ٹلّا ٹولہ سے جو سڑک بازار کو جاتی ہے اس سڑک سے ملا ہوا ایک پختہ دو منزلہ مکان تھا مبتدعین کے ایک گروہ نے دھوکہ سے مولانا کو اس مکان کے بالا خانہ پر لیجا کر ہلاک کرنے کی کوشش کیا مولانا فنِ سپہگری کے جوہر دکھلا کر دشمنوں کے مجمع کو مبہوت بنا کر اپنے آپ کو اُن ظالموں سے آزاد کرا لیا۔

حضرت مولانا کی مذکورہ بالا تحریر سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ابتدا

زمانہ میں مولانا کو تنگی اور عسرت سے بھی سابقہ پڑا اور آپ کو اپنے اخراجات پورا کرنے کے واسطے قرآن شریف کی کتابت اور تجارت بھی کرنی پڑی اسی طرح بعض دفعہ آپ کو تبلیغی دورہ سے واپس آکر قرض لیکر سواری کی اُجرت ادا کرنا پڑتا تھا۔

حضرت مولانا کا رائے بریلی جانا

اور سید صاحبؒ سے بیعت ہونا

جب آپ کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو دل میں درستگی اخلاق اور اصلاح باطن کا تقاضہ پیدا ہوا کچھ پہلے ہی سے دہلی کا ارادہ ہو رہا تھا کہ جامع البرکات محی السنت حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کی ہدایت کا آفتاب طلوع ہو کر ضوفشانی فرمانے لگا جس کی روشنی دور دور تک ترقی کرتی گئی پھر کیا تھا حضرت مولانا کی پیاس بجھانے اور باطنی تشنگی کی سیرابی کا غیب سے یہ سامان ہو گیا کہ حضرت سید صاحبؒ دہلی سے مع اپنے خاص خلفاء اور ساتھیوں کے اپنے وطن شریف رائے بریلی تکیہ شاہ علم اللہ میں تشریف فرما ہوئے۔ رائے بریلی جون پور سے بہ نسبت دہلی کے بہت قریب ہے مولانا اپنے پدر بزرگوار سے اجازت لیکر حضرت سید صاحبؒ کے آستانہ فیض کاشانہ پر پہونچ گئے۔ اُس وقت علماء کی ایک جماعت

کو وہاں موجود پایا جو سب کے سب تعلق مع اللہ کے ایک ہی دُھن اور ایک ہی خیال میں باہم متحد تھے اس لطیف اور بابرکت مجمع و صحبت کی خوبی تو اہل جماعت ہی کے دل سے کوئی پوچھے جس کا ذکر مولانا مرحوم جو نپور واپس آکر اپنے والد اور دیگر ہمنشین لوگوں سے نہایت ذوق و شوق سے فرمایا کرتے۔ ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہوتا کہ میں نے جو کچھ دیکھا اور جو کچھ سمجھا بوجھا اور جو کچھ حسب حوصلہ پایا وہ مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علے قلب بشر کا نمونہ تھا اس سے زیادہ کہنے کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت مولانا رائے بریلی پہونچے تو حضرت سید صاحبؒ نے ایک ہی نگاہ اور اول ہی ملاقات میں مولانا کو پرکھ لیا اور بیعت سے مشرف فرما کر داخل سلاسل عالیہ کر لیا اور اول ہی ہفتہ میں فرمایا کہ اب ہدایت کے کام میں لگ جاؤ اور خلافت نامہ شجرہ بتوسط حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید دہلویؒ عطا فرمایا جو اب تک محفوظ ہے۔ حضرت مولانا کا دل اس متبرک جماعت سے جدا ہونے کو نہ چاہتا تھا مگر بلحاظ الامر فوق الادب اس امر کو واجب الادا اور عین سعادت خیال فرماتے ہوئے واپسی کے لئے مستعد ہو گئے، اُدھر پرکھنے والے مرشد نے ایسے مہمان عزیز کے جذبہ باطنی اور اپنی کمال شفقت کی اقتضار اور حکمت کی مصلحتوں کو مدنظر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کام تو خدا کی رحمت سے ہو گیا اور بہت جلد ہو گیا اب بحیثیت مہمان دو چار روز اور بھی ٹھہر کر دیکھ

بھال کر لو۔ حضرت سید صاحبؒ کا مولانا سے یہ فرمانا۔

کام تو خدا کی رحمت سے ہو گیا اور بہت جلد ہو گیا اب بحیثیت
مہمان دو چار روز اور بھی ٹھہر کر دیکھ بھال کر لو۔

یہ بشارت حضرت مولانا کی باطنی تکمیل اور مقامات سلوک کے تمام درجات کے جلد طے ہونے پر سب سے بڑی شہادت ہے اور حضرت سید صاحبؒ کا خود مولانا کے بارہ میں یہ ارشاد عالی، مولانا کے کمال استعداد کو ظاہر کرتا ہے۔

مولانا کا حضرت سید صاحبؒ سے اسرار تصوف حاصل کرنا

اثنار قیام رائے بریلی میں مولانا حضرت سید صاحبؒ سے اٹھارہ دن تک تعلیم تصوف اور توجہ باطنی لیتے رہے اور اسرار تصوف حاصل کرتے رہے۔ مرشد کامل اور لائق مرید کی اس اٹھارہ روزہ صحبت بقول ایک صاحب دل بزرگ کے یہ اٹھارہ روز اٹھارہ سال کی قوت رکھتا تھا، چنانچہ سید صاحبؒ کی باطنی توجہ اور قلبی تصرف نے اٹھارہ روز میں مولانا کو تمام مقامات سلوک طے کرا دیئے۔ اس نعمت باطنی کے حاصل ہونے کے بارہ میں بطور تحدث نعمت مولانا فرماتے ہیں۔

حضرت مرشد برحق نے بریلی کی مسجد میں اٹھارہ روز تک طریقت
کے اسرار کو اس خاکسار کو سمجھایا اس کی برکت سے اس فقیر نے

ایسا طریقہ اختیار کیا ہو کہ چار روز میں طالب نور کے پردے بخوبی
طے کرنے لگتا ہے اور دس روز میں ایسا ہوتا ہے کہ دودھ
چھڑانے کے قابل لڑکے کے مشابہ ہو جاتا ہے اور مرشد سے جدا
ہونے میں اُس کو کچھ خوف باقی نہیں رہتا۔

(زاد التقویٰ)

مولانا مرحوم کی تصنیف کردہ تصوف کی مشہور کتاب نورٌ علیٰ نور میں
مولانا اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں اُس واقعہ کے سلسلہ میں مذکورہ
بالا پہلو پر عمدہ روشنی پڑتی ہے، فرماتے ہیں۔

ایک روز اس عاجز نے مولانا عبدالحی[1] مغفور سے عرض کیا کہ
کشف اور مشاہدہ کی حقیقت بیان کیجئے تب مولانا نے فرمایا کہ
جس قدر کتابوں میں لکھا ہے اس قدر میں بیان کر سکتا ہوں اور
تم بھی دیکھ سکتے ہو مگر جس غرض سے تم پوچھتے ہو سو میاں صاحب[2] سے
پوچھنے سے حاصل ہوگی تم میاں صاحب سے پوچھو، تب اس
عاجز نے میاں صاحب سے پوچھا، میاں صاحب نے فرمایا کہ

[1] مولانا عبدالحی صاحب حضرت سید صاحبؒ کے معتمد خاص اور بڑے خلیفہ تھے۔ یہ گفتگو
رائے بریلی میں ہوئی تھی [2] سید صاحبؒ کو معتقدین میاں صاحب کہتے تھے۔

کشف اور مشاہدہ حاصل ہونے کا طریقہ جیسا کہ کتابوں میں
لکھا ہے ویسا میں نے صراط المستقیم میں لکھوا دیا ہے مگر دستور
ہے کہ جب کوئی مبتدی سے پوچھتا ہے کہ دو اور دو کیا ہوتا
ہے تب وہ کہتا ہے کہ چار پھر جب کہتا ہے کہ چار اور چار کیا
ہوتا ہے تب وہ کہتا ہے آٹھ پھر کہتا ہے کہ آٹھ اور آٹھ کیا
ہوتا ہے تب وہ کہتا ہے سولہ پھر کہتا ہے سولہ اور سولہ کیا تب
وہ کہتا ہے بتیس پھر جب کہتا ہے بتیس اور بتیس کیا تب وہ کہتا
ہے چونسٹھ پھر کہتا ہے کہ چونسٹھ اور چونسٹھ کیا تب وہ آنکھ
بند کر کے غور کر کے کہتا ہے کہ ایک سو اٹھائیس، میاں صاحب
بھی ہمارے سمجھانے کو آنکھ بند کر کے یہ بات فرمایا تھا، اس
وقت کے فرمانے کی صورت گویا یہ عاجز دیکھ رہا ہے پھر فرمایا
کہ میں آنکھ کھولے مراقبہ کرتا ہوں اور مجھکو مشاہدہ حاصل ہوتا
ہے تم بھی آنکھ کھولے کھولے مراقبہ کیا کرو۔ بس میاں صاحب کے
اتنا فرما دینے سے یہ مسکین اپنے مقصد کو پہونچا اور مشاہدہ اور فنا
اور بقا اور حق الیقین سب کچھ کھل گیا اور اب اپنی ساری طہارت
اور عبادت اور ذکر کو مشاہدہ سے خالی نہیں پاتا۔ جزاہم اللہ
عنا خیر الجزاء والحمد للہ علی ذلک۔ (نورٌ علیٰ نور)

بیج ہے لائق اور قابل استعداد زمین پر ہلکی بارش بھی زمین کو گل و گلزار
بنادیتی ہے اور زمین شور و سنگلاخ کو برسوں کی بارش سے بھی فائدہ نہیں
پہونچتا، حضرت مولانا کی رفتار ترقی ہر فن میں بہت تیز تھی اس کا ظاہری سبب
یہ معلوم ہوا کہ قدرت خداوندی کو مولانا کی زندگی کا زیادہ وقت ہدایت
خلق کے کاموں میں لینا منظور تھا اسی وجہ سے آپ کے وقت میں وسعت
معنوی ہو جاتی تھی، چنانچہ آپ کی تبلیغ و ہدایت کی مدت صرف بنگال و آسام
میں اکاون سال سے زائد ہے اس مدت میں آپ نے علاوہ اضلاع ہند
کے بنگال و آسام کے گوشہ گوشہ کو ہدایت کے نور سے روشن کر دیا۔ اسی اثنا
میں آپ نے دینی کتابوں کی تصنیف و تالیف کا کام بھی انجام دیا اور سلسلۂ
درس جاری فرما کر طلبار کو عالم و مبلغ بنا کر اطراف ملک میں اعلاء کلمۃ اللہ
اور دعوت حق کے لئے روانہ بھی کیا، یہی رمز تھا کہ خدائے قادر نے سید صاحبؒ
کی چند روزہ صحبت میں جلد از جلد تمام منازل سلوک طے کرا دیئے اور
اخلاص کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ اور مولانا کی تسلی کے لئے خود سید صاحبؒ
کی زبان فیض ترجمان سے یہ شہادت بھی دلوادی کہ "کام تو خدا کی رحمت سے
ہو گیا اور بہت جلد ہو گیا"۔

حضرت سید صاحبؒ نے اپنے باکمال خلیفہ اور سچے نائب کو تیسرے
ہفتہ وطن جانے کی اجازت مرحمت فرما دیا اور مولانا اپنے مرشد سے

رخصت ہو کر اپنے وطن جون پور تشریف لائے۔ چونکہ آپ تبلیغ اور ہدایت
خلق کا سلسلہ پہلے ہی سے جاری فرما چکے تھے اب جون پور آ کر اس کام میں اور
بھی سرگرم عمل ہو گئے محلہ محلہ اور گھر گھر پھرتے نماز روزہ پردہ اور دیگر ارکان
اسلام کی تلقین و تاکید فرماتے۔ اُس وقت جون پور میں دن کو اذان نہ ہوتی
صرف صبح و شام کو طلوع و غروب کی پہچان کی غرض سے بطور رسم اذان ہوا
کرتی۔ آپ نے اس جاہلانہ رسم کی اصلاح کی اور بڑی کوششوں سے
پانچوں وقت اذان و جماعت مسجدوں میں جاری کرائی۔ غیر اللہ کے نام پر منتیں
ماننا اور دیگر مشرکانہ رسوم میں لوگ بکثرت مبتلا تھے شادی و غمی کے موقعہ پر
ہندوانہ رسوم برتے جاتے تھے ان سب برائیوں اور معصیتوں سے لوگوں کو
وعظ و نصیحت کے ذریعہ باز رکھا عوام بھی مولانا کی جد و جہد دیکھکر متاثر ہوتے
اور مطیع و فرمانبردار بنجاتے اس سرعت کے ساتھ مولانا کی یہ کامیابی حضرت
سید صاحبؒ کی دعا کی برکت کے سبب تھی۔

مسلمانان جون پور کے دینی تحفظ اور ان کے دین پر ثابت قدم رہنے
کے خیال سے مولانا نے جامع مسجد جون پور میں بعد نماز جمعہ وعظ کا سلسلہ
قائم کیا کہ ہر ہفتہ دین کی باتیں سُننے سے لوگوں کی استقامت میں پختگی ہو گی،
چنانچہ بعد نماز جمعہ وعظ و نصیحت کا سلسلہ قائم فرما دیا جو کہ ہمیشہ کا معمول ہو گیا
اور اس سے اہل جون پور کو بہت کچھ فائدہ ہوا یہی سبب ہے کہ جونپور کے

عوام دینی سمجھ میں بہت غنیمت ہیں جامع مسجد جون پور میں اس طرح وعظ کا سلسلہ مولانا مرحوم کے انتقال کے بچاس سال بعد تک بالالتزام جاری رہا اب چند سال سے اس انتظام میں تساہلی واقع ہوگئی ہے گو اب بھی کسی قدر یہ سلسلہ باقی ہے۔

جامع مسجد جون پور
کی تطہیر اور اُس کی آبادی

حضرت مولانا کو تبلیغی کاموں کے ساتھ ساتھ شہر جون پور کی سب سے بڑی شاہی مسجد کی تطہیر اور اس میں جمعہ و جماعت قائم کرنے کی فکر بھی لاحق تھی جس کو سلطان ابراہیم شرقی نے نہایت خلوص سے اپنے مرشد حضرت عیسیٰ تاج علیہ الرحمہ کے اشارہ سے تعمیر کرایا تھا، اس وقت یہ عظیم الشان مسجد اہل بدعات کے دست تصرف میں تھی اذان و نماز جمعہ و جماعت کی بجائے وہ دنیاوی مجالس اور شادی بیاہ کے تقاریب کے کام میں لائی جاتی تھی، بارات ٹھہرانے کے لئے اسکو استعمال کیا جاتا تھا تخریب داری بھی اس میں خوب ہوتی تھی چنانچہ اس زمانہ کی مسجدوں کی حالت کے بارہ میں مولانا فرماتے ہیں۔

اور مسجدوں کا یہ حال تھا کہ لوگ ناچ کرواتے اور ہندوؤں کی بارات اُترتی اور شراب پیتے تھے۔ (زاد التقوی)

غرض کہ ہر لہو لعب اور کھیل تماشہ کے لئے بطور کلب گھر اور ناچ گھر کے اُس وسیع مسجد کو آزادانہ طور سے استعمال کیا جاتا تھا مسجد کے بعض حصہ میں مویشی بھی باندھے جاتے تھے چنانچہ اس جامع مسجد کی ابتر حالت کو جونپور کے ایک مشہور شاعر منشی عبد المجید صاحب دماغ نے نظم کیا ہے اور خانہ کعبہ کی ایام جاہلیت کے حالات کے ساتھ اس کا شاعرانہ انداز میں موازنہ کیا ہے اور دکھلایا کہ اس مسجد کی حالت اُس سے بھی ابتر تھی، چند شعر ملاحظہ ہوں۔

جو مشہور کعبے کے حالات ہیں ۔۔۔ تھی اس سے بھی کچھ اسکی حالت ردی[1]
مویشی یہاں باندھتے تھے کسان ۔۔۔ وہاں تو بتوں ہی کی بھرمار تھی
بھرے اسمیں بالکل ہی تھے جانور ۔۔۔ وہاں پھر بھی رہتے تھے کچھ آدمی
یہاں لید و گوبر کا انبار تھا ۔۔۔ وہاں تو صفائی تھی ہر طرح کی
وہاں تھا نہ اس طرح فسق و فجور ۔۔۔ عبادت ہی تھی گو بتوں ہی کی تھی[2]
یہاں یہ خلاف اُس کے اندھیر تھا ۔۔۔ بُرے کاموں کی سارے مرکز یہ تھی

جس مسجد میں عبادت اور خدائے واحد کا ذکر کیا جاتا تھا اور حضرت سلطان الاولیاء عیسیٰ تاج رحمہ اللہ جیسے بزرگ نماز پنجگانہ ادا فرماتے تھے اور بروایت متواترہ نو سو علماء کرام کی پالکیاں نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے کسی زمانہ میں حاضر ہوا کرتی تھیں آج اُسکی یہ ابتر حالت کہ کھیل و تماشہ کا

[1] جامع مسجد جونپور کی طرف اشارہ ہے [2] بعثت نبوی کے وقت کعبہ میں ۳۶۰ بت تھے۔

مرکز اور لہو لعب کا اکھاڑہ بنی ہوئی ہے۔ صدائے توحید کے بجائے ڈھول ستار و مزامیر ڈھول و طبل کی گونج ہے ایک ادنیٰ ایمان والا بھی اس توہین و بےحرمتی کو اور مسجد کے ساتھ اس ظلم کو برداشت نہیں کرسکتا تھا چہ جائیکہ مولانا جیسا باعمل عالم اور سچا مجاہد کیسے تاب لاسکتا تھا۔ آپ کو جامع مسجد کی اس طرح بےحرمتی دیکھ کر سخت صدمہ و قلق ہوا، اس وقت اُن ناپاکوں اور دشمنانِ دین سے مسجد کو پاک کرنا اور اُن سے آزاد کرانا مولانا کے نزدیک سب سے بڑی عبادت اور سب سے بڑا جہاد تھا آپ نے خدا پر توکل اور پورا بھروسہ کرکے جامع مسجد کو آباد کرنے اور جمعہ و جماعت قائم کرنے کے لئے جان توڑ کوشش اور سرفروشانہ جد و جہد شروع فرمادیا اس عظیم الشان مسجد سے مبتدعین کو بےدخل کرنے اور اہلسنت کے قبضہ میں لانے کیلئے آپ کو بڑی بڑی مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا الحمد للہ کہ ہر بڑی مشکل آپ کی خلوص نیت کے سامنے سہل و آسان ہوتی گئی دشمنان دین اور ذریات شیاطین اپنے اپنے داؤں و پیچ میں خود اُلجھ کر رہ گئے اور اُن پر ہیبت حق کا ایسا غلبہ ہوا کہ حواس باختہ ہوکر پھر سامنے نہ آسکے۔ وہ سب کے سب بحر گمنامی میں ایسا ڈوبے کہ آج تک پھر نہ اُبھر سکے۔ حضرت مولانا نے اپنے اس نیک مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ظاہری کوشش کے ساتھ باطنی تصرف سے بھی کام لیا اور جس طرح بھی بن پڑا آپ نے پانچوں وقت اذان و جماعت کا انتظام کیا

اور سب سے پہلے آپ نے اول جمعہ جامع مسجد جونپور میں پانچ مصلیوں سے ادا فرمایا جن میں آپ کے ایک چچا شیخ امیر اللہ مرحوم اور محلہ کے تین مخلص و جان نثار آپ کے ساتھی اور مقتدی تھے۔ اس خدمت کے ساتھ ساتھ آپ ہر ایک محلہ میں جاجا کر نماز کی تعلیم و ترغیب دیتے اور محلہ کی مسجدوں کو آباد کرانے اذان دلوانے اور جماعت قائم کرنے کیلئے لوگوں سے وعدہ لیتے اور اُس کی خود نگرانی فرماتے اس وقت لوگوں کو اذان و اقامت نماز و جماعت سے اس قدر بیگانگی اور دوری تھی کہ دن کو اذان کی آواز سنکر لوگوں کو تعجب ہوتا اور پوچھتے کہ ارے میاں یہ دن کو اذان کیسی چنانچہ مولانا اس گری ہوئی حالت کو خود بیان فرماتے ہیں۔

جب اس خاکسار نے پانچ وقت کی اذان شروع کیا تو
بعضے بعضے نادان مسلمان کہتے کہ شام و صبح کی اذان سُنی تھی
دن کو اذان کبھی نہ سُنی تھی یہ نئی نئی بات نکلی ہے۔
(زاد التقویٰ)

مولانا ابوالبشر صاحب مرحوم راوی ہیں اور انھوں نے ثقہ بزرگ سے سُنا کہ خود حضرت مولانا نے فرمایا کہ ایک بار منشی امام بخش رئیس جونپور کے مکان کے قریب میں گذر رہا تھا مجھکو جاتے ہوئے ایک ضعیف العمر عورت نے دور سے دیکھ لیا اور وہ اُس وقت ہانڈی لیکر دھونے کو نکلی تھی

جب وہ میرے قریب پہونچی تو ہانڈی کھینچکر مجھ پر پھینک ماری اور کہا کہ
یہی وہ نیا مولوی ہے جس نے دن کو اذان کہلائی ہے۔

الحاصل مولانا مرحوم نے جامع مسجد جونپور میں خود پانچوں وقت کی اذان
دیکر نماز شروع کردی۔ آپ کی جائے سکونت محلہ ملاٹولہ سے جامع مسجد
تقریباً نصف میل کے فاصلہ پر واقع ہے مولانا آخر شب میں جامع مسجد کو
چلے جاتے کبھی تہجد اسی مسجد میں ادا فرماتے پھر اذان دے کر نماز سے فارغ
ہوکر اپنے مکان واپس آتے عرصہ دراز تک آپ کا یہی معمول تھا یہ ظاہر
ہے کہ صدائے توحید جس جگہ بلند ہو وہاں ذریات شیاطین کیسے ٹک
سکتے ہیں اذان وجماعت کی برکت سے مبتدعین ومفسدین کھسکتے رہے
گو مولانا کو ایذا دینے سے باز بھی نہیں رہے مگر چند یوم کی جد وجہد سے
اللہ کا گھر بھی پاک وصاف ہوگیا اور آج تک اہل شہر مجتمع ہوکر نماز جمعہ
مولانا کی اولاد واثمار کی اقتدا میں ادا فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا پر قاتلانہ حملہ

اہل بدعت کے بعض افراد کو جن کا مکان زیر مسجد تھا مولانا کا یہ تصرف
ناگوار اور اُن کی دلآزاری کا باعث ہوا انہوں نے مولانا کو قتل کرنے کی
سازش شروع کی اور اس ناپاک کام کو انجام دینے کیلئے انہوں نے ایک باہمت
پٹھان کو اس بات پر تیار کیا کہ جب مولانا فجر کے وقت مسجد میں آئیں اُسوقت
خوب اندھیرا رہتا ہے تلوار سے مولانا کی گردن اُڑا دے اس کام کے معاوضہ میں
پانچسو روپیہ کا انعام بھی مقرر کر دیا گیا جس کو سب نے ملکر فراہم بھی کر دیا
غرضیکہ وہ شیردل پٹھان روپیہ کی لالچ اور انعام کی خاطر مولانا کے قتل پر
آمادہ ہوگئے اور وقت مقررہ پر مسجد میں جاکر کسی گوشہ میں تلوار لیکر چھپ گئے
جب مولانا حسب معمول نماز کے واسطے اندھیرے میں اُس طرف سے
گذرے تو تلوار اُٹھاکر نشانہ کرلیا اور پشت کی طرف سے وار کرنے کیلئے
ہاتھ اُٹھایا تو ہاتھ اُوپر کا اُوپر ہی رہ گیا جب مولانا اُن کی زد سے کچھ آگے
بڑھے تو خانصاحب اپنے کو بے حس وحرکت دیکھکر پکار اُٹھے کہ حضرت
مجھ گستاخ کی حالت ملاحظہ فرماکر تشریف لیجایئے حضرت مولانا آواز سن کر
فوراً پلٹے اُن کی حالت ملاحظہ فرمایا واقعہ سُنا قتل کی سازش سے آگاہ ہوئے
لیکن چہرہ پر شکن تک نہ آئی نہ اُس ناپاک حرکت سے ذرا متاثر ہوئے ہاں خانصاحب

کی حالت زار پر ضرور رحم آیا مولانا نے اپنے دست حق پرست کو خانصاحب کے بازو پر پھیرا ہاتھ اُسی وقت بیچے کو آ گیا خانصاحب اُسی وقت تائب ہو کر ہمیشہ کے لئے مولانا کے حلقہ بگوش ہو کر آخر وقت تک پابند صوم و صلوٰۃ رہے۔

مدرسہ حنفیہ کا قیام

جونپور ایک وقت میں علوم و فنون کا مرکز اور علماء کاملین کی جائے اقامت تھی مگر اس وقت جبکہ حضرت مولانا کو ہدایت کے کاموں کے لئے خدا نے منتخب فرمایا تو باعمل علماء کا گروہ قریب قریب مفقود ہو چکا تھا اور جو افراد اس وقت باقی رہ گئے تھے علم تو اُن میں ضرور تھا مگر اکثر ان میں با عمل سے بیگانے ہو گئے تھے تعلیم و تدریس کی طرف میلان نہ تھا نہ اس وقت جونپور میں کوئی باقاعدہ مدرسہ تھا جامع مسجد میں جو مدرسہ مولانا نے قائم فرمایا تھا وہ صرف تعلیم قران پاک اور حفظ قرآن پاک کے لئے تھا اس بات کی بہت بڑی ضرورت تھی کہ اس شہر میں کوئی مدرسہ علم دین کا جاری کیا جائے آخر وہ وقت بھی آ ہو نچا کہ شہر جونپور کی نامی رئیس حاجی منشی امام بخش مرحوم کے دل میں خیال خیر پیدا ہوا کہ اپنی ریاست کا کچھ حصہ دینی امداد کے لئے وقف کر جائیں جو قیامت تک اُن کے لئے باعث اجر و ثواب ہو تب اُنھوں نے حضرت مولانا کے مشورہ کے مطابق ایک عربی مدرسہ کی بنیاد ڈالی جو اس وقت تک مدرسہ حنفیہ کے نام سے

مشہور اور قائم ہے اس مدرسہ کا نام حضرت مولانا نے خاص مناسبت کے لحاظ سے مدرسہ حنفیہ رکھا اس مدرسہ میں اکابر علماء درس دے چکے ہیں اور بہت سے علماء دُور دراز ملکوں میں یہاں سے فارغ ہو کر گئے اس مدرسہ کے پہلے مدرس ہندوستان کے مشہور شہر لکھنؤ فرنگی محل کے ممتاز عالم حضرت مولانا عبدالحلیم رحمہ اللہ (والد ماجد مولانا عبدالحی لکھنوی) مقرر ہوئے جن کی خدمت میں حضرت عم مکرم مولانا حافظ احمد صاحب رحمہ اللہ نے اکثر کتب درسیہ پڑھی تھیں اُس وقت حضرت مولانا عبدالحی علیہ الرحمہ مدرسہ حنفیہ میں رہ کر زیر تربیت اپنے والد بزرگوار حفظ قرآن پاک میں مشغول تھے۔

ہنگامہ ۱۸۵۷ء

میں دو انگریز لیڈیوں کو پناہ دینا

ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں مولانا نے دو یورپین لیڈیوں کو جس کا تعلق کسی اعلیٰ خاندان سے تھا قتل ہونے سے بچایا تھا اور اُن کو پناہ دی تھی۔ چنانچہ دو یورپین افسر ڈبلو۔ ایف لیگ اور آر۔ ایم اڈورمن اس واقعہ کو اپنی تحریر میں اس طرح لکھتے ہیں۔

مولانا کرامت علی جونپوری ۱۸۵۷ء و ۱۸۵۸ء کی بغاوت کے دوران میں دو انگریز عورتوں کو جون پور کے قلعہ میں بلوائیوں سے

اس وقت تک بچائے رکھا جبتک کہ بنارس سے انگریز دستہ
جون پور نہ آگیا۔ مولانا انسانیت کے بڑے حامی ہیں۔

ہنگامہ ختم ہونے کے بعد اُن لیڈیوں نے حکامان سرکاری سے مولانا
کی ہمدردی اور حُسن برتاؤ کا اظہار کیا تو گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے بطور
انعام اس ہمدردی کے صلہ میں راجہ ادارت جہاں کا ضبط شدہ علاقہ مولانا کو
دینا چاہا لیکن مولانا نے اس انعام کو لینا منظور نہیں فرمایا کیونکہ یہ چیز مولانا کو اور
اُنکی اولاد کو تبلیغی خدمات سے مستقبل میں مانع ثابت ہوتی دوسرے یہ کہ اُن لیڈیوں
کے ساتھ جو احسان کیا گیا تھا وہ اسلامی تعلیم اور اسلامی روایات کی پیش نظر
تھا مولانا کا خلوص و للّٰہیت اس طرح کے عوض و صلہ کو کیسے گوارا کر سکتا تھا۔
ریاست و جائداد کے فتنہ انگیز امتحان سے مولانا نے اپنی آئندہ نسل کو بچا لیا،
اور ان دنیاوی بکھیڑوں سے سب کو سبکدوش کردیا عرصہ دراز گذر چکا آج بھی مولانا
کے اہل خاندان حضرت سید صاحبؒ کے حکم کی تعمیل میں لگے ہوئے ہیں اور
مولانا کے قدم بقدم چل کر تبلیغی کام میں منہمک ہیں، خاندان کرامتیہ میں نہ کوئی
صاحب ریاست و جائداد ہے نہ صاحب تعلقہ و جاگیر۔ سب متوکل ہیں
اور متوکلانہ زندگی بسر کر رہے ہیں اور الحمد للہ سید صاحبؒ کی دعا اور مولانا کے
اخلاص کی برکت سے ان کے اہل خاندان عسرت اور تنگی سے محفوظ ہیں۔ اس
خاندان کے افراد علاوہ تبلیغی خدمات کے خود اپنی وضع و شکل طریقہ بود و باش

رہن سہن خیرات و صدقات مہمان نوازی اور علمی خدمات میں حضرت سید صاحبؒ
و مولانا کرامت علی صاحبؒ کی عادات و روایات کو برقرار رکھا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

مولانا کا بغرض ہدایت سفر بنگال

مولانا مرحوم کو جہاد بالسیف کا از حد شوق تھا چنانچہ اسی شوق و آرزو میں
آپ نے فن سپہگری بانک و بنوٹ اور شمشیر زنی کو محنت و مشقت سے حاصل کیا تھا
ایک مجاہد اور سپاہی کے لئے جس قدر تیاری اور جسمانی تربیت کی ضرورت تھی
وہ سب حاصل کر چکے تھے اور خود اپنے کو میدان جہاد کے لئے ہر طرح کا اہل
بنا چکے تھے جس وقت سکھوں سے جہاد کے لئے آپ کے مرشد حضرت سید صاحبؒ نے
پنجاب کی روانگی کا ارادہ کیا تو مولانا نے بھی اپنے مرشد سے اپنے ارادہ و شوق کا
اظہار کیا اور جہاد میں شریک ہونیکی تمنا ظاہر کی حضرت سید صاحبؒ نے بذریعہ کشف
معلوم کر لیا تھا کہ اس مرد صالح اور باہمت نوجوان سے خداوند تعالیٰ کو کوئی
دوسرا ہی کام لینا منظور ہے چنانچہ حضرت سید صاحبؒ نے آپ کو شرکت
جہاد کا مشورہ نہیں دیا اس لئے کہ جہاد بالسیف کے واسطے آپکے پاس
بہت سے جانباز اور سرفروش موجود تھے مولانا کو سید صاحبؒ نے جہاد باللسان کا حکم فرمایا
اور کہا کہ تم سے خدا کو وراثت نبویؐ کا کام لینا یعنی تبلیغ و ہدایت منظور ہے،

اور تمہارے اندر وہ استعداد اور قابلیت خدا نے ودیعت فرما دی ہے جس کی ضرورت ہے اور تمہارے لئے یہ تبلیغی خدمات جہاد اکبر ہے اور تمہاری زبان و قلم میری ہدایت کی توسیع اور ترجمانی کریں گے۔ مولانا اس وقت ایک عالم اور سپاہی کی حیثیت سے پیش ہوئے تھے جبکہ حضرت سید صاحبؒ نے یہ ارشاد فرمایا لیکن بعد کے حالات اور مولانا کی وسیع خدمات نے اس فرمان کو صحیح ثابت کر دیا نیز یہ کہ مولانا کے بارہ میں سید صاحبؒ کا یہ کشف اپنے اندر کس قدر وزن رکھتا ہے ظاہر ہے اور مولانا کے متعلق سید صاحبؒ کی اس طرح کی پیشگوئی ایک زندہ کرامت بھی ہے کیونکہ مولانا کی زبان اور قلم سے دنیا کو کیا فائدہ پہونچا اور کہاں تک سید صاحبؒ کی ہدایت کی توسیع ہوئی وہ ہر باخبر مسلمان جانتا ہے اور قیامت تک صوبۂ بنگال و آسام اپنے اسلامی وجود سے اس کی شہادت پیش کرتا رہیگا اور اس وقت بھی مولانا کی کثیر تصانیف اس کی زندہ گواہ ہیں۔

حضرت سید صاحب کی نگاہ بصیرت نے دنیا کے ایک بہت بڑے خطۂ آسام و بنگال کی ہدایت کا کام اور اس ملک کا نیک انجام مولانا کی ذات کے ساتھ جو کہ روز اول سے مقدر و متعین ہو چکا تھا مشاہدہ فرما لیا تھا اس لئے سید صاحبؒ نے بجائے جہاد بالسیف کے جہاد باللسان کا حکم دیا اور مولانا کو اپنی نیابت میں بنگال روانہ کر دیا۔ جس طرح میدان جنگ سے حضرت سید صاحبؒ نے مولانا محمد علی صاحبؒ رامپوری، مولانا ولایت علی صاحبؒ عظیم آبادی جیسے

باتدبیر خلیفہ کو تبلیغ و اصلاح کی غرض سے قبل معرکۂ بالاکوٹ ! ہندوستان روانہ کر دیا تھا اُن دونوں بزرگوں نے بدراس و حیدرآباد میں جسقدر دین اسلام کی خدمت فرمائی وہ ان حضرات کی سوانح حیات کی مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوگی۔ حضرت سید صاحبؒ نے بذریعہ کشف معلوم کر لیا تھا کہ ان حضرات کے ذریعہ اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کی خدمت مقدر ہو چکی ہے اور ان کی ذات سے خدا کو یہی خدمت لینا منظور ہے وہاں تو مقصود دین کی خدمت اور اعلاء کلمۃ اللہ تھا اس لئے جو جس کام کے لئے مفید تھا اُس کو اُسی کام میں لگا دیا۔ حضرت مولانا کرامت علی علیہ الرحمہ معرکۂ بالاکوٹ میں دیگر خلفاء کی طرح قتال کرتے ہوئے اگر شہید ہو جاتے تو یہ ظاہر دین کا اُتنا فائدہ نہ ہوتا جتنا وہ سید صاحبؒ کا حکم بجا لا کر بنگال و آسام میں جا کر دین اسلام کی خدمت کر سکے آج بنگال کا گوشہ گوشہ مولانا جونپوری کی ہدایت سے روشن ہو چکا ہے مولانا کے بعد اُنکے جانشینوں اور خلفاء نے بھی تبلیغی جد و جہد میں ویسی ہی پُر خلوص سرگرمی دکھلائی جس کے مولانا ان لوگوں سے طالب تھے۔ صوبہ بنگال میں آج بکثرت مدارس اسلامیہ اور علمائے حقانی آپ کو نظر آئیں گے، آباد مسجدیں پابند صوم و صلوٰۃ مسلمان اسلامی لباس کے شیدا اور علماء سے محبت رکھنے والے عوام گاؤں گاؤں قریہ بقریہ آپ کو ملیں گے، بنگال کے مسلمانوں کو بمقابلہ دیگر ممالک کی خیر و خیرات میں سبقت لیجانے والے آپ پائیں گے اسی طرح مہمان نوازی مسافروں کی

خاطرداری میں وہاں کے عوام کو اہل عرب کا نمونہ پائیں گے یہ سب اسلامی خصلتیں اور خوبی حضرت مولانا جونپوری کی برکت و تعلیم کے سبب ہے۔

حضرت سید صاحبؒ کی یہ روشن کرامت تھی کہ مولانا جونپوری کو اُن کے شوق جہاد کے باوجود بنگال روانہ کر دیا اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ بنگال و آسام جیسے تاریک خطہ کا کیا انجام ہوتا۔

سوانح احمدی مصنفہ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری صفحہ ۱۴۱ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مولانا کرامت علی مرحوم سید صاحبؒ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے اور قبل معرکۂ بالاکوٹ حضرت سید صاحبؒ نے مولانا کو ہدایت خلق اور اشاعت دین کی غرض سے ہندوستان روانہ کر دیا واللہ اعلم بحقیقۃ الاحوال بالاکوٹ کی ناکامی حضرت سید صاحبؒ پر منکشف ہو چکی تھی اس لئے حضرت سید صاحبؒ نے مولانا سے وہی خدمت لینی چاہی جو اُن کی ذات کے ساتھ مخصوص و مقدر ہو چکی تھی اسی طرح کا واقعہ حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید علیہ الرحمہ کے بارہ میں پیش آیا کہ جنگ بالاکوٹ شروع ہونے کے قبل سید صاحبؒ نے مولانا شہید کو اپنے کشف کی بنا پر قتال سے منع[1] کیا تھا آپ پر قتال کی ناکامی منکشف ہو چکی تھی۔ حضرت سید صاحبؒ یہ نہ چاہتے تھے کہ ایسا مبلغ اعظم اس ناکامی کا شکار ہو لیکن مقدر کا لکھا ٹل نہیں سکتا تھا، ہوا وہی جس کا

[1] سیرت حضرت سید احمد شہیدؒ مصنفہ مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب صفحہ ۳۰۸

خطرہ حضرت سید صاحبؒ پر ظاہر ہو چکا تھا۔

بنگال و آسام کی ابتر حالت

حضرت سید صاحبؒ نے مولانا جونپوری کو جس وقت بنگال و آسام میں تبلیغ و ہدایت کے لئے ارشاد فرمایا تھا ٹھیک اُسی زمانہ میں بنگال و آسام کی دینی حالت حد درجہ بگڑ کر اپنی انتہا کو پہونچ چکی تھی صوم و صلوٰۃ کی پابندی سے لوگ آزاد ہو چکے تھے دین سے لگاؤ مفقود تھا علم دین سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا خلاف شرع پیروں شعبدہ باز فقیروں اور مکار جوگیوں کی حکومت عوام کے دلوں پر تھی وہی اُن کے حاجت روا سمجھے جاتے تھے بیاہ شادی دکھ، بیماری اور مصیبت کے وقت انھیں سے استمداد اور درخواست کیجاتی خدا کو چھوڑ کر خدا کی مخلوق کو پوجتے اور سجدے کرتے قبر و درگاہ اور درختوں کی منتیں ہوتیں اور اُن کے سامنے اپنی حاجتوں اور درخواستوں کو پیش کیا جاتا اُن پر نذریں چڑھائی جاتیں، اسی طرح مسجدیں مفقود تھیں اور جو تھیں بھی تو اُن میں مویشی باندھے جاتے، تقریب و تہوار میں اسمیں ہندوانہ رسم بجا لائے جاتے۔ بے پردگی عام تھی محرم و نامحرم میں کوئی امتیاز باقی نہ تھا۔ ستر عورت کا ڈھانکنا اور لباس کی کوئی پابندی نہ تھی اکثر لوگ لنگوٹی ہی میں بسر کرتے لوگوں کی ہندوانہ شکل و شباہت کے علاوہ نام بھی ہندوانہ ہوتے اسی طرح خارجی فرقہ جو عمل کو داخل ایمان بتاتا

اور بے عملوں کو کافروں میں شمار کرکے مسلمانوں کو کافر کہتا تھا زور پکڑ رہا تھا،
اسی طرح کے بیسوں فرقے اسلام کی جڑ کو کھوکھلی کر رہے تھے غرضکہ ہر طرف گمراہی
و تاریکی کا بادل چھایا ہوا تھا فضار اسلامی دھندلی ہو چکی تھی ملک کی پستی و ابتری انتہا
کمال پر پہونچ چکی تھی ایسے پر آشوب زمانہ میں ایک ایسے ہادی و رہبر کی ضرورت
تھی جو لوگوں کے دلوں اور دماغوں میں فوری انقلاب پیدا کر دے جسکی قوت تصرف
اور باطنی طاقت سے دل کی کایا پلٹ جائے۔ ملک تشنۂ ہدایت تھا وہاں ہدایت
کی سخت ضرورت تھی ایسے خطہ میں اشاعت اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کرنا جہاد اکبر
تھا اس کو خود حضرت سید صاحبؒ ! مولانا جونپوری سے فرما چکے تھے اور اشارۃً
اشارہ میں اس رمز کو سمجھا دیا تھا کہ خدا کو یہ اہم خدمت انھیں سے لینا منظور ہے
اس لئے مولانا نے ہدایت بنگال کو اپنا مقصد حیات اور اس خدمت کو
جزو زندگی بنا لیا تھا اور اس میں ہمہ تن لگ گئے چنانچہ اپنی پچھتر سالہ زندگی کے
ستاون سال خدمت دین میں گذار دیا اور اکاون سال صرف بنگال و آسام
کے دورہ میں مشغول رہے اور یہیں کے ہو کے رہے آپ کا انتقال[1] صوبہ بنگال
شہر رنگپور میں ہوا آپ کا مزار مقدس رنگپور کی جامع مسجد کے وسط میں ہے جو
زیارت گاہ خلائق ہے۔

حضرت سید صاحبؒ کی یہ بھی ایک کھلی کرامت تھی کہ مولانا کو بنگال روانہ

[1] آپ کا انتقال ۱۲۹۰ھ میں ہوا۔ پیدائش ۱۲۱۵ھ سنہ وصال مصرع، جناب کرامت علی جنتی

اگر اہل بنگال کو صحیح معنوں میں مسلمان بنا دیا حضرت مولانا اعظم گڈھ، غازیپور،
الہ آباد، سلطان پور اور جونپور کے اضلاع میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے
کام کو ایک حد تک پورا کر چکے تھے لوگوں کو پابند صوم وصلوٰۃ اور تتبع شریعت
بنا چکے تھے، جامع مسجد جونپور کو اوباشوں سے پاک و صاف کر کے جمعہ و جماعت
اور ہفتہ وار وعظ و نصیحت کا سلسلہ قائم کر چکے تھے جامع مسجد کی آبادی
اور قرآنی تعلیم کے لئے جامع مسجد میں مدرسہ قرآنیہ کے قیام سے فارغ ہو چکے
تھے فقہی تعلیم کے لئے مدرسہ حنفیہ کی بنیاد مضبوط ہو چکی تھی تو اب اپنے پیر
و مرشد کے حکم و اشارہ سے عازم بنگال ہوئے اور جون پور سے کلکتہ پہونچنے میں
تقریباً ایک ماہ صرف ہو گئے کیونکہ آج کی طرح اس وقت سواری کی سہولت
نہیں تھی یہ بھی سنا گیا کہ اس وقت کلکتہ جانیوالوں کو بنارس جاکر ریل پر سوار
ہونا پڑتا تھا جونپور میں ریل جاری نہ ہوئی تھی غرضکہ بڑی دشواری اور مشقتوں
کے بعد آپ کلکتہ پہونچے اور کچھ روز کلکتہ میں قیام فرما کر اشاعت دین کے
کاموں کو انجام دیا جب آپ کلکتہ پہونچے تو اس وقت کلکتہ شہر کے اندر
حضرت سید صاحبؒ کے متوسلین اور خلفا میں مولانا حافظ جمال الدین
محدث مولانا محمد وجیہ مدرس اول مدرسہ عالیہ قاضی عبدالباری قاضی شہر
ان حضرات کو حضرت سید صاحبؒ سے رتبۂ خلافت و اجازت بھی حاصل تھا۔
اور حسب فرصت ان کے یہاں تعلیم ذکر اور تلقین کا بھی سلسلہ جاری تھا
علاوہ ان حضرات کے اور بھی بزرگان دین اسی سلسلہ کے وہاں موجود تھے۔

سبھوں کو حضرت مولانا جونپوری کے کلکتہ میں تشریف لانے کے سبب ایک خاص جوش مسرت پیدا ہوا۔ مولانا کے کلکتہ میں چند روز کے قیام اور سلسلہ ہوا کے بہترین آثار میں ایک اثر یہ تھا کہ عوام وخواص اپنے قدیم عقائد وخیالات اور رسومات غیر مذہبی سے تائب ہوکر داخل سلسلہ ہونے لگے اور دین کی چاروں طرف پھیلنے لگی مشرقی بنگال میں تبلیغی دورہ کا پروگرام بھی کلکتہ ہی مرتب ہوا کلکتہ کے سفر میں آپ کے لائق فرزند حضرت مولانا حافظ احمد صاحب پیدا ہوئے جنھوں نے آپ کے بعد آپ کی جانشینی کا پورا حق ادا کیا۔

حضرت مولانا جونپوریؒ کی بنگال میں تبلیغی مدت جیسا کہ مشہور ہے اور احسن التواریخ، وفیات المشاہیر، تحسین الحلیہ وغیرہ میں مرقوم ہے اور مولانا مرحوم کی بعض مطبوعہ تحریروں سے ثابت ہوتا ہے اکاون سال ہے تو یہ جس میں حضرت مولانا حافظ احمد صاحبؒ کلکتہ میں پیدا ہوئے بنگال کا سفر نہ مانا جائیگا اس لئے کہ مولانا حافظ احمد صاحب کی پیدائش سنہ ۱۲۵۰ھ کلکتہ میں ہوئی اور مولانا مرحوم کا انتقال سنہ ۱۲۹۰ھ میں ہوا تو دونوں سنوں میں چالیس سال کا وقفہ ہے یہ معارض ہے اس خبر متواتر سے کہ حضرت مولانا کی تبلیغی بنگال میں اکاون سال ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس سفر کے قبل بھی مولانا جونپوری بنگال کا دورہ فرما چکے تھے جس کی صحیح تاریخ اور واقعات سفر کا پتہ اب تک نہیں چلا اور قرینہ وقیاس بھی اسی کی تائید کرتا ہے کیونکہ اس سفر میں

لانا کے ہمراہ اہل وعیال یعنی بچے ومستورات بھی تھیں ایک اجنبی آدمی کیلئے ان دیس میں پہلے پہل عورت وبچوں کے قافلہ کو لیکر دریائی ملک میں سفر ابعید از قیاس ہے بات سمجھ میں یہ آتی ہے کہ اس سفر سنہ ۱۲۵۰ھ کے قبل ایک دو مرتبہ لانا تنہا بنگال کا سفر فرما چکے تھے اب اہل وعیال کو ہمراہ رکھکر تبلیغی کام تک رہنے کو مفید سمجھتے تھے یہاں تک کہ سنہ ۱۲۵۰ھ کا سفر پیش آیا جس میں ضرت مولانا حافظ احمد صاحبؒ پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا اکاون برس سے صرف بنگال کے دورہ میں مصروف رہے اس کو خود مولانا کی تحریر میں ملاحظہ کیجئے فرماتے ہیں۔

> فقیر کا تو یہ حال ہے کہ ہندوستان سے کلکتہ اور چاٹگام اور سندیپ تک اور ڈھاکہ سے سلہٹ تک سارے شہر اور گاؤں میں جو دیار شرقی[1] میں ہیں ہمیشہ سیر کرتا اور دین کی محافظت کرتا پھرتا ہے اسی کام میں پچاس برس سے زیادہ مدت گذر گئی۔
>
> (مراد المریدین)

[1] یعنی مشرقی بنگال۔

ولادت حضرت مولانا حافظ احمد صاحبؒ

حضرت مولانا جونپوری کے اکبر اولاد میں حافظ عبد اللہ اور اُن کے بعد بی ا
اُمِ کلثوم دختر پہلے پیدا ہو چکی تھیں۔ کلکتہ کے قیام میں حضرت مولانا حافظ احمد
۱۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے، اس وقت کلکتہ کے اکابر علماء و مشائخ عرفاء
اس ولادت باسعادت کے متعلق بہت کچھ بشارات و اشارات کے کلمات
ارشاد فرمائے تھے۔ جن کا ظہور بعد وفات حضرت مولانا جونپوری کے صوبہ بنگا
میں بتدریج ہوتا رہا۔ جب آخری مراجعت وطن کے وقت مولانا حافظ احم
۱۲۹۹ھ میں کلکتہ تشریف لائے تو خلقت کا ہجوم اور وقائع عجیبہ و غریبہ مسل
غیر مسلم کے متعلق اس کثرت سے وقوع پذیر ہوئے کہ روزانہ شام کو تمام دا
نظم و نثر میں چھپکر شایع ہوتے اور موقت الشیوع اخبار خاص خاص سرخ
اور عنوانوں سے اس کو شایع کرتے، اسوقت علاوہ مسلمان عقیدتمند
کے عیسائی اور ہندوؤں کا مجمع اسقدر رہتا کہ اس کے قبل کہیں سُننے
نہ آیا وہ لوگ بھی پانی کالا زیرہ (منگریلا) دم کرا کر اپنے مریضوں کو کھلا
اور فوری شفا پاتے، غیر مسلموں کے پروانہ وار عقیدت کو دیکھکر ایک صاحبؒ
بزرگ نے برجستہ کہا ؎

دکھایا اثر کالی زیرہ نے جب پرستش گئے بھول کالی کی سب

باشندگان کلکتہ کا ہجوم اور وقائع عجیبہ کے کثرت سے واقع ہونے کو دیکھکر
ن سال معمرین حضرات فرماتے کہ انکی پیدائش اسی کلکتہ میں ہوئی تھی اور جو جو
ارت اہل کشف و اہل فراست حضرات نے فرمائی تھی اب ان کا ظہور کھلی
کھوں نظر آرہا ہے، چونکہ مولانا حافظ احمد صاحبؒ کو حج اور زیارت کا جذبۂ عشق
یخ رہا تھا اس لئے وہ کچھ روز کلکتہ کے قیام کے بعد اپنے وطن جونپور چلے گئے۔
نپور جانے پر خلاف توقع خلائق کے ہجوم کا سلسلہ شروع ہوا اطراف و جوانب
کے لوگ مثل پروانہ اس شمع کرامتی پر نثار ہونے لگے عوام و خواص کا مجمع ہر وقت
ستانہ مبارک پر رہتا تھا بیماروں کے لئے پانی دم کرانے دُور دُور سے لوگ
تے اور شفاء تام پاتے، یہ خبر اطراف عالم میں بہت جلد پھیل گئی چنانچہ بنگال
اب، حیدر آباد و کشمیر تک کے لوگ آتے اور اپنے مقصود و مراد میں فیضیاب
رخصت ہوتے، بوڑھے لوگوں سے معلوم ہوا کہ اس وقت جونپور میں مٹی کے
ف پانی دم کرانے کے لئے نایاب ہو گئے تھے۔ آپ چند ماہ جونپور میں
م فرما کر جانب حجاز مقدس روانہ ہوئے، معلوم ہوا کہ راستہ میں اور بمبئی میں
خلقت کا ازدحام رہتا تھا جب آپ مکہ معظمہ پہونچے تو علاوہ شہریوں کے
ائی بدوی بھی آپ کے پاس پانی دم کرانے آتے اور عقیدت و محبت کے
ل کھایا کرتے۔ حضرت مولانا حافظ احمد صاحبؒ کی سوانح کے لیے علیحدہ
مستقل کتاب کی ضرورت ہے جس کو انشاء اللہ تعالیٰ دوسرے وقت ترتیب

دیجائے گی، اب میں سابق مضمون کی طرف عود کرتا ہوں۔

مولانا کا کلکتہ سے مشرقی بنگال روانہ ہونا

حضرت مولانا کلکتہ سے فارغ ہوکر بنگال و آسام کا دورہ بذریعہ بوٹ[1] شروع کیا اس وقت ریل و جہاز کی سہولتیں جو اب ہیں نہ تھیں سفر میں ہزاروں طرح کی دقتیں اور رکاوٹیں حائل تھیں ہر مشکل و آزمائش کا مقابلہ مردانہ وار کرتے ہوئے روانہ ہوئے راستہ میں دشمنانِ دین اور مخالفین شریعت کہیں کہیں راہ میں روڑے بنکر آئے۔ سید صاحبؒ کی دعاء خاص اور مولانا کی خلوص نیت کی برکت نے تبلیغی رفتار میں کہیں رکاوٹ اور تزلزل پیدا نہ ہونے دیا رفتہ رفتہ دشمن دوست اور مخالف شریعت پابند شریعت ہو گئے۔ مولانا کا صبح و شام کا مشغلہ رد شرک و بدعت تھا جس کو تحریر و تقریر سے ظاہر فرماتے رہے اسی طرح ارکان دین اور احکام شرع کو بسط کے ساتھ لوگوں کو سمجھاتے اور اس کا پابند کرانے کی کوشش کرتے جس جگہ مسجد نہ ہوتی وہاں مسجد بنانے میں

---

[1] ایسی بڑی دریائی کشتی جس میں علاوہ آرام دہ دو کمروں کے دیوان خانہ غسلخانہ پاخانہ ہوتا ہے۔ ہوا، روشنی کے لئے بیس بائیس کھڑکیاں ہوتی ہیں چھت پر ملازمین و ملاح کے لئے خیمہ نصب ہوتا ہے۔

جدوجہد فرماتے جس جگہ مدرسہ یا مکتب کی ضرورت سمجھتے وہاں مدرسہ و مکتب قائم کراتے تاکہ لوگوں میں دینی ترقی کی بنیاد مستحکم ہو اور ہدایت و تبلیغ کی جڑ مضبوط اور دیرپا ہو جس کا ذریعہ دینی علم اور مدرسہ ہے۔

سفری مدرسہ

حضرت مولانا کا سارا وقت اور سارا سال دورہ و سیاحت میں صرف ہوتا تھا اس لئے ضرورت وقت کی بنا پر اپنے ہمراہ سفری مدرسہ قائم کیا جس میں مقامی باشندوں کو تعلیم و تدریس کے ذریعہ پابند عمل و عقائد بنا کر اور احکام شریعت سے خوب واقف کرا کر اطراف و جوانب میں اعلاء کلمۃ اللہ اور دعوت حق کے لئے بھیجتے اس سفری مدرسہ کے اخراجات و نیز طلباء کے مصارف خوراک کے مولانا خود کفیل ہوتے، چونکہ آپ بوٹ پر دریائی سفر کرتے اور اہل و عیال بھی ہمراہ ہوتے اس لئے ایک بوٹ مدرسہ کیلئے بھی مخصوص تھا جس پر ظاہری تعلیم، درستگی اعمال و عقائد کے علاوہ روحانی تعلیم، تزکیہ نفس، درستگی اخلاق و اخلاص اور ذکر اذکار کا طریقہ اور مقامات سلوک کی بھی تعلیم ہوتی تھی۔ اس سفری مدرسہ سے جو حضرات فارغ ہو کر نکلے وہ خود ایک زبردست مبلغ ثابت ہوئے اُن صحبت یافتہ مبلغوں نے بنگال کے گوشہ گوشہ میں مولانا کی ہدایت کے

کے مطابق اور اُن کے بنائے ہوئے دستور العمل کے موافق دین اسلام کی
بہت بڑی ٹھوس خدمات انجام دیں جس کا مبارک اثر آج تک باقی ہے۔
مولانا کے تیار کئے ہوئے اس طرح کے مبلغین کی تعداد بنگال میں بکثرت تھی
اس وقت بھی اُن بزرگوں کی اولاد سے بہت سی حضرات خدمت دین میں
مشغول ہیں، بہت سے مقامات پر دوران سیاحت میں احقر کا گذر ہوا تو
لوگوں نے بتلایا کہ اس اطراف میں فلاں بزرگ کو مولانا کرامت علی صاحب نے
اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر بھیجا تھا اُن بزرگ سے دیس کو بہت ہدایت ہوئی
لوگوں نے اُن خلفاء سے اسلام سیکھا حضرت مولانا کی دعا و برکت تھی کہ آج
بھی ان خلفاء کی اولاد کو لوگ بہت احترام و عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں

تبلیغی قافلہ میں متعدد بوٹ

حضرت مولانا کا سفر بنگال بہت دراز و طویل ہوتا تھا اس لئے آپ
اہل و عیال کو اپنے ہمراہ رکھتے تھے اور اُن لوگوں کے واسطے ایک زنانہ بوٹ
علیحدہ ہوتا تھا اور مدرسہ کے کاموں اور طلباء کے قیام کے لئے علیحدہ بوٹ
ہوتا نیز ملاقاتیوں سے ملنے اور دور دراز کے مہمانوں کے واسطے بھی بوٹ
ہوتے ان سب کا کثیر خرچہ خود مولانا کی ذات پر ہوتا مولانا توکلاً علی اللہ ان
اخراجات کو بخوشی پورا کرتے چنانچہ خرچ کثیر کا ذکر کرتے ہوئے بعض افراد کی

بے اعتنائی و بے بسی پر اظہار خیال فرماتے ہیں۔

اس فقیر کے ساتھ کئی بوٹ ہیں اور ایک سو روپیہ ہر روز کا خرچ
ہے اور بعضے مقام سے لوگ دعوت کر کے فقیر کو لے گئے اور دس
روز میں ہزار روپیہ خرچ پڑا اور اُن نادانوں نے نہ سمجھا اور
فقیر مقروض ہو گیا۔

(مراد المریدین)

دوران سفر و سیاحت میں بعض وقت مولانا کو مالی تنگی اور عسرت
سے بھی دوچار ہونا پڑا چنانچہ ایک مقام پر آپ تحریر فرماتے ہیں۔

اگلی بار کے سفر میں چند روز کچھ تکالیف ظاہری ایسی ہوئی تھی کہ
بعضے ہمراہیوں کو کچھ وسواس آگیا تھا مگر ہم کو اللہ تعالیٰ نے استقامت
کے ساتھ رکھا تھا۔

پردیس میں تنگی و عسرت اور تکالیف ہمیشہ ڈبل تکالیف کا درجہ رکھتے
ہیں ایسے آزمائشی وقت میں ثابت قدم رہنا اور اپنی تبلیغی جد وجہد کو
بدستور جاری رکھنا سوائے وارث الانبیاء کے دوسروں کا کام نہیں۔
دعوت اسلام کے سلسلہ میں اس قسم کے بہت سے آزمائشی وقت مولانا
پر پڑے اور خدا کے فضل و کرم سے آپ کے قدم لغزش سے محفوظ رہے۔ اس
کام میں عسرت کے بعد نصرت کا ہونا لازمی ہے اس لئے آپ فتحمند ہوئے۔

اس راہ میں آپ کو تنگی ہوئی لیکن کشادگی نے بھی آپ کے قدم چومے چنانچہ
اظہار شکر کے طور پر آپ فرماتے ہیں۔

سو اب یہ حال ہے کہ ہم ایک مقام میں رہتے ہیں اور دوسرے
مقام کے لوگ خرچ بھیجتے ہیں الحمد للہ علیٰ ذالک۔

اور اس کام میں ہم اپنے اوپر اور اپنے بھائیوں کے اوپر بڑا
فضل وکرم حق سبحانہ تعالیٰ کا دیکھتے ہیں۔

(قول الثابت)

ایک مقام پر آپ اپنے مالی امداد کرنے والوں کے لئے خدا سے دعا برکت
کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

فقیر کا تو یہ حال ہے کہ ہندوستان سے لیکر کلکتہ اور چاٹگام اور
سندیپ تک اور ڈھاکہ سے سلہٹ تک سارے شہر اور گاؤں
میں جو دیار شرقی میں ہیں ہمیشہ سیر کرتا اور دین کی محافظت کرتا
پھرتا ہے اسی کام میں پچاس برس سے زیادہ مدت گذر گئی
ہے اور فقیر کا خرچ ہمیشہ سے بھاری ہے مگر اللہ تعالیٰ اُن
مذکورہ مقاموں کے ہمارے مریدین کو برکت دیوے وہ لوگ
ہمیشہ خدمت گذاری کیا کرتے ہیں جب فقیر اُن کے وطن میں
جاتا ہے تب بھی اور جب دوسرے مقام میں رہتا ہے تب بھی۔ (مراد المریدین)

جس وقت حضرت مولانا کلکتہ سے بذریعہ بوٹ روانہ ہوئے تو آپ کے
ہمراہ چند خاص احباب اور مخلصین ساتھ ہوئے، آپ ضلع جسر و کھلنا ہوتے
ہوئے بیریسال پہنچے تو وہاں کی جاہل مخلوق اس خبر سے کہ یہ نووارد آدمی روزہ نماز
کا پابند بناتا ہے اور شریعت پر چلنے کا حکم دیتا ہے وحشت کرنے لگی اور آپ کے ساتھ بیجا
سلوک برتنے لگی اور وہاں کے جاہل عوام آمادہ آزار ہو گئے اُن میں سے بعض نے بوٹ پر
پتھر اور ڈھیلے پھینکے جس کی وجہ سے مولانا نے بوٹ کو دریا کے اندر لنگر انداز
کیا اور جب کچھ سمجھدار لوگ اُردو سمجھنے اور بولنے والے بوٹ پر آئے تو
آپ نے اُن لوگوں کو دینی اُمور اور اپنے مقصد و ارادہ کو ظاہر فرمایا خدا کے
فضل وکرم سے دہ معدودے چند اشخاص مطیع ہو کر ترجمان بن گئے اور مولانا
کے ارشادات کو بزبان بنگلہ سمجھانا شروع کیا اس سے ان لوگوں کی وحشت رفع
ہو کر الفت و اُنس پیدا ہو گیا اور لوگوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی اور بتدریج
لوگ ہدایت کے راستہ پر آنے لگے اور چند دن کی جد و جہد کے بعد یہ ضلع
ہدایت کی راہ پر آ گیا۔

سفر نواکھالی

اور وہاں کے باشندے

جب اطراف بیرسیال میں تبلیغ و ہدایت کے آثار ہر چہار جانب نمودار ہو چکے اور مبلغین حضرات بھی فیض صحبت سے فارغ ہو کر اجازت و سند پا کر کام میں لگ گئے تو پھر ضلع نواکھالی کی طرف بہ تحریک اپنے پیر بھائی دلی کامل شیخ طریقت حضرت مولانا امام الدین صاحب مرحوم سوداراموی جو اجل خلفاء سید صاحبؒ تھے تشریف لے گئے۔ نواکھالی پہونچنے پر حضرت مولانا جونپوری سے باشندگان نواکھالی بڑی عقیدت و محبت سے پیش آئے اور جلد مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ اور صحیح معنوں میں نمونہ انصار بن گئے اور مثل پروانہ مولانا پر نثار ہونے لگے اور مولانا کی خدمتگذاری کو سرمایہ آخرت شمار کرنے لگے مولانا اُن لوگوں کے حسن اخلاق سے بہت خوش ہوئے آپ کی قلبی مسرت اور دعا کا اثر آج تک نواکھالی اور اس کے سارے ضلع میں باقی ہے۔ چنانچہ آج بھی باشندگان ضلع نواکھالی بہ نسبت اور اضلاع کے پابند شریعت اور اسلامی لباس کے شیدا ہیں اس ضلع میں بکثرت مدرسے، نمازیوں سے آباد مسجدیں آپ کو گاؤں گاؤں میں ملیں گی غریب سے غریب گھرانہ بھی پردۂ شرعی کا پابند ملے گا ایک مکان سے

دوسرے مکان میں جانے کے لئے پالکی اور کشتی کے علاوہ برقعہ کا رواج ہے غریب ہے تو چادر و چھتری کو استعمال میں لاتا ہے نواکھالی ضلع میں غسل کرنے کیلئے تالاب بنے ہوتے ہیں عورتوں کے غسل کے لئے یہ انتظام دیکھکر دل بہت خوش ہوا کہ اُن کو بے پردگی سے بچانے اور پردہ قائم رکھنے کیلئے بانس کی ٹٹی کی لانبی کشادہ سرنگ بناتے ہیں جس کا تعلق زنانہ مکان سے تالاب تک ہوتا ہے عورتیں اسی سرنگ کے اندر سے بے تکلف تالاب میں آکر غسل کرتی ہیں کہیں سے سامنا نہیں پڑتا۔ دین کی اہمیت اور محبت نے اس مشکل کام کو کتنا آرام دہ اور آسان بنادیا مسلمانان نواکھالی کا یہ طریقہ نمونہ عمل ہے اس ضلع کے بچے بچے تک السلام علیکم جیسی بڑی سنت کے پابند ہیں علماء و فضلاء اور طلباء کی تعداد بھی اس ضلع میں نسبتاً اور اضلاع کے بہت زیادہ ہے بنگال و آسام کے اضلاع میں اکثر نواکھالی ضلع کے مبلغین و مدرسین دینی خدمت انجام دے رہے ہیں اور حضرت مولانا کی ہدایت کی توسیع میں لگے ہوئے ہیں احقر نے متعدد بار اضلاع بنگال میں ڈھاکہ، میمن سنگھ، رنگپور، دیناج پور، پابنا، فریدپور، بیرسیال، تپرہ اور اضلاع آسام میں گوال پاڑہ، کامروپ، دھوبڑی کے دیہاتوں میں سیاحت کی تو سب جگہ نواکھالی کے مولوی صاحبان کو دینی خدمت میں تن دہی انہماک سے کام کرتے ہوئے پایا دیہاتوں میں ان لوگوں نے مدرسے مکتب قائم کئے

مسجدوں میں جمعہ وجماعت سے رونق بخشی۔ بچوں کو قرآن پاک اور ضروری مسائل
دینیہ سے واقف کرایا قرأت مشق کرائی یہ سب حضرت مولانا کی تعلیم ودعا کی
برکت کا اثر ہے۔ اس ضلع میں سمندر کے وسط میں ایک جزیرہ ہے جس کا
نام سندیپ ہے جس زمانہ میں احقر کا سندیپ جانا ہوا تھا تو معلوم ہوا کہ اس
جزیرہ میں سات سو علماء موجود ہیں، اسی جزیرہ میں والد محترم مولانا حافظ
عبدالاول رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے اس جزیرہ کے علماء اور انکی علمی ترقی
عوام اور اُن کی اخلاقی ترقی ومہمان نوازی کا کچھ حال حضرت والد مرحوم نے
اپنے عربی کے ایک رسالہ "المجلۃ الادیب لاجلۃ السندیپ" میں تحریر فرمایا جو
لائق دید ہے۔

مولانا کی للٰہیت کی ایک مثال

اسی رشد وہدایت کے زمانہ میں حسن اتفاق سے ایک قاری صاحب حبیب مصری
باشندۂ اسکندریہ شہر ڈھاکہ میں تشریف لائے جو فن قرأت وتجوید کے زبردست
ماہر تھے اور عرب میں اُن کی قابلیت کا خاص شہرہ تھا جب حضرت مولانا کی
شہرت اور تبلیغی اثرات کا دُور دُور چرچا پہونچا تو بعض خواص وارا کین شہر ڈھاکہ
مولانا سے ملنے اور ڈھاکہ ضلع کی پراگندہ حالت کی اصلاح کے متمنی ہو کر
مولانا کی خدمت میں تشریف لائے تو انھیں صاحبان کے ہمراہ قاری سید

محمد اسکندرانی صاحب جو عرب میں حضرت سید صاحبؒ کے فیوض وبرکات
اور بعض عجیب وغریب خوارق سے واقف ہو چکے تھے جذب محبت کے سبب
اُن حضرات کے ساتھ ڈھاکہ سے مولانا کے پاس تشریف لائے اور مولانا سے
مل کر قاری صاحب اس قدر متاثر ہوئے کہ مولانا کے ساتھ جذب ہو کر رہ گئے
پھر ڈھاکہ واپس نہ گئے حضرت مولانا اپنے والد بزرگوار اور بعض معتبر حفاظ
اور درست خواں لوگوں سے قرآن پاک صحیح کر چکے تھے اور عجمی لہجہ میں
خوش الحانی سے قرآن پڑھتے تھے۔ قاری صاحب کی با تجوید قرأت اور
عربی لحن کو سُنکر اس موقعہ کو نعمت عظمیٰ تصور فرماتے ہوئے قرآن پاک
کی تصحیح ومشق شروع فرما دیا اور تجوید کے فن کی کتابوں کو بموجب ارشاد
قاری صاحب سبقاً سبقاً پڑھنا شروع کر دیا یہاں تک کہ اس فن میں کمال
حاصل کیا۔ مولانا کی خلوص نیت اور کمال تواضع کی یہ ایک مثال ہے کہ
مرجعۂ خلائق ہوتے ہوئے بھی علم وفن حاصل کرنے اور اُستاد کے سامنے کتاب
کھولنے میں ذرا جھجک محسوس نہ کیا نہ شرم وعار نے راہ ماری یہ اللہ والوں کی
خاص نشانی ہے۔ اس فن تجوید کو حاصل کرنے کے بعد اس فن میں کتابیں
لکھیں۔ ایک کتاب اُردو زبان میں لکھ کر قاری صاحب کو سنایا اور
اُس کی اشاعت کی اجازت حاصل کر کے اول بار کلکتہ میں بھیجکر خاص اہتمام
سے چھپوا کر بغرض نفع عامہ مومنین اطراف ہند میں شائع فرمایا اس کتاب کے

علاوہ بہت سی کتابیں فنِ تجوید میں لکھ کر شایع کیں جو آج بھی مدارس اسلامیہ میں داخل درس ہیں۔ دس سال پورے قاری صاحب مرحوم مولانا سے جدا ہوئے مولانا بھی اُن کے جیب خرچ کے واسطے ایک سَو روپیہ ماہوار نقد علاوہ دیگر فرمائشات وتحائف کے پیش کرتے رہے۔

اہل بنگال کو ابتدائی تعلیم

صوبہ بنگال کے اطراف میں آپ کا شہرہ دُور دُور ہونے لگا اور بہت سے علمار جو کلکتہ میں مدرسہ عالیہ سے سند تکمیل حاصل کر کے آپ سے بیعت ہو چکے تھے جب اپنے وطن واپس گئے اور آپ کی ہدایت کا قصہ لوگوں کو سنایا تو وہ ایمانی جوش جو بداعمالیوں اور جہالت کے سبب دب گیا تھا پھر دوبارہ اُبھر آیا اور وہ اسلامی روشنی جس کو بدعتوں کے حجاب ظلماتی نے مستور کر دیا تھا اس میں تقاضائے ظہور پیدا ہوا جس وقت مولانا کی تشریف آوری بنگال میں ہوئی تو آپ نے دیکھا اور سُنا کہ بہت سی مقاموں میں اسلام صرف نام کا رہ گیا ہے اور وہاں تبلیغ کی سخت ضرورت ہے اس وقت مولانا نے ان مقامات کا دورہ خصوصیت کے ساتھ فرمایا اور جو جو مشکلیں پیش آئیں سب کو صبر و استقلال کیساتھ برداشت کرتے ہوئے ہدایت فرماتے وعظ سُناتے اور احکام شریعت

بتلاتے رہے سخت سے سخت تکلیف نے بھی آپ کو اپنے ارادہ و عزم سے ہٹنے نہ دیا مصائب و مشکلات کے پہاڑ نے آپ سے ٹکر لی مگر آپ کے پاک قدم ہمیشہ ثابت قدم رہے بلکہ دین کے لئے سرفروشانہ رفتار اور بھی تیز تر ہو گئی مولانا کے پرانے خدام سے سُنا گیا کہ بعض مقاموں میں مولانا کو سخت تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں کہیں کہیں فاقے کرنے پڑے کسی مقام پر صرف کدو جوش دیکر فاقہ توڑا گیا ایک مقام پر کئی دن تک صرف کدو اُبال کر گذر کی گئی، حضرت مولانا اور اُن کے مخلص ہمراہیوں کو اِن حالات میں برکات اُخروی کا مشاہدہ ہوا بعض جگہ دشمنان دین اور خلاف شرع پیروں نے مولانا کو ہلاک کرنے کی ناپاک کوشش کی، آپ بطور احتیاط اعدار دین کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے بوٹ کو ساحل دریا سے دور لنگر انداز کرتے اور بنگلہ ترجمان کے ذریعہ بنگلہ زبان میں مسائل دینیہ لوگوں کو بتلاتے۔ جہلا اور پابند رسوم عوام اُن دینی احکام اور مسائل کو نئی بات اور اپنی رسومات کے خلاف اور اپنے عقیدہ کے اُلٹے تصور کر کے دشمنی و ایذا رسانی کے لئے کمربستہ ہو جاتے اور کنارہ دریا سے بوٹ پر پتھر اور ڈھیلے مارتے طرح طرح کی ایذا پہونچانے کی کوشش کرتے اہل دیار کی اس طرح سنگباری پر اس وقت مولانا کو واقعہ طائف یاد ہو کر اس سنت نبویؐ کی ادائیگی پر خوشی ہوئی ہوگی جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے طائف تشریف لیگئے

اور وہاں کے لوگوں نے اپنے حجازی مہمان کی تواضع طائف کے پتھروں سے کی اسی طرح کے واقعے مولانا کو ابتدائے سفرِ بنگال میں متعدد مقاموں میں پیش آتے رہے جب اہل ساحل دو چار روز اُن دینی باتوں کو دور سے سُنتے اور مولانا کے استقلال اور اسلامی جاہ و جلال کو دیکھتے تو یہ سمجھکر کہ یہ شخص بے غرض ہم لوگوں کو ایسی ہی باتوں کی تعلیم کرتا ہے جس میں ہمارا ہی فائدہ اور خیر خواہی ہے تو ایک دو کرکے بوٹ پر آتے اور توبہ کرکے داخل بیعت ہوتے اور تابع فرمان شریعت بنجاتے۔ اس وقت مولانا نے اصلاح کا صرف ایک ہی پہلو پیش نظر رکھا تھا کہ لوگوں کو نرمی کے ساتھ سمجھا کر شرک سے توبہ کراتے کلمہ پڑھوا کر سُنتے اور اُس کی تصحیح فرماتے اس کے معنی سمجھاتے۔ اور درستگی اعتقاد کی پوری کوشش فرماتے کہ دین کی بنیاد اسی پر قائم ہے اسی طرح ارکان اربع نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، پر بیعت لیتے اور اس پر پابندی کا اقرار لیتے جب اس قدر اصلاح و ہدایت ہو چکتی تو پھر رسومات جہالت اور بدعتوں کی تردید فرما کر سنت کی حقیقی شاہراہ پر لا کھڑا کرتے اس مقام میں پہونچکر وہ صحیح العقیدہ اور پختہ مسلمان بن جاتا۔

حضرت مولانا کے خلفاء و مریدین اور صحبت یافتہ لوگوں کو جس نے دیکھا ہے وہ اُن کے تقویٰ پرہیزگاری اور خدا پرستی اور دینداری کی شہادت دے سکتا ہے۔ مولانا میں ایک خاص برکت اور نمایاں اثر تھا کہ آپ کے مریدوں

اور معتقدوں اور صحبت یافتہ لوگوں میں آپ کا رنگ بہت جلد ایسا گہرا چڑھ جاتا تھا جس کا زائل ہونا ممکن نہ تھا گویا مرید نمونۂ پیر بنجاتا تھا۔

حضرت مولانا نماز پنجگانہ باجماعت ہمیشہ مسجد میں ادا فرماتے اور بعد نماز مقتدیوں کو مسائل ضروریہ عقائد و اعمال تبلاتے اس کے بہترین دل نشین آثار دیکھکر لوگوں کو حیرت ہوتی کہ وہی باتیں ہم لوگ دیگر علماء سے سنتے سُناتے رہے مگر نقش برآب کی طرح ذرا بھی اثر نہوتا اب کیا ہے کہ منہ سے بات نکلی کہ لوگ متاثر ہونے لگے۔ ایسی باتوں کے جواب میں مولانا فرماتے کہ کلمات تو بیشک میری زبان کے ہیں لیکن اثر حضرت مرشد برحق کی نگاہ پاک اور دعائے خاص اور صحبت کی برکت کا ہے ورنہ میں تو وہی ہوں جو کہ حضرت کی زیارت و بیعت سے پہلے تھا علم میرا وہی ہے مواعظ و نصائح کے ماخذ بھی وہی ہیں لیکن پہلے جسم ہی جسم اور اسم ہی اسم تھا اب جسم کے ساتھ روح اور اسم کیساتھ مسمّی بھی ہے یہ تمام اثرات اُسی صحبت و دعا کی برکت کے ہیں۔

ایک اُمّی کا حُسنِ ظن

حضرت مولانا ابوالبشر صاحب فرماتے تھے کہ مولانا کے ایک ہندوستانی مرید جو محض اُمّی اور اَن پڑھ تھے اور کلکتہ میں بسلسلہ تجارت رہا کرتے تھے اُنھوں نے خاکسار سے بیان کیا کہ میاں اس کلکتہ میں نہ معلوم کیسے کیسے مشائخ اور علماء کہاں کہاں کے آئے اور آتے رہتے ہیں مجھے اہل علم اور مشائخ طریقت سے دلی محبت ہے مجھکو اکثر مولانا جونپوری کی مجلسوں میں بھی شریک ہونے کا اتفاق ہوا لیکن میں بحلف شرعی کہتا ہوں کہ مولانا جیسا کوئی نگاہ میں نہ جچا نہ وہ ہمت نہ وہ جوش نہ وہ اثر کہیں دیکھنے میں آیا نہ وہ مقبولیت کسی میں پاتے ہیں مخالف سے مخالف اور دشمن سے دشمن انسان مولانا سے جب گفتگو کرتا تو دو چار بات میں لاجواب ہوکر موافق بنجاتا اور مرعوب و ساکت ہوجاتا مولانا کوئی بات بے سند زبان سے نہ نکالتے جو کہتے اسکو کتابوں میں دکھلادیتے اسی وجہ سے حق بات کہنے میں ذرا خوف و تردد اور کسی قسم کی مروت و مداہنت نہ کرتے۔

مولانا کی جُراُتِ ایمانی کا ایک واقعہ

اسی سلسلہ ہدایت[1] میں آپ کا گذر ایک ایسی بستی میں ہوا جہاں ایک مسلمان زمیندار بڑا ظالم اور عالموں کا دشمن رہتا تھا اس نے بعض عالموں کو بیقصور مروا ڈالا بھی تھا جب اُس کو آپ کے پہونچنے کی خبر ہوئی تو اُس نے مولانا کو بلوا بھیجا اس وقت معتقدین مولانا میں کہرام مچ گیا اور اکثر لوگ مولانا کو یہ مشورہ دینے لگے کہ کسی صورت سے اُس کے آدمی کو ٹالدیا جائے اور وقعہ پاکر کسی وقت یہاں سے چلے جایئے لیکن مولانا کچھ بھی ہراساں نہوئے اور ان لوگوں کو تسلی و تشفی دیکر اس زمیندار کے مکان پر تشریف لیگئے وہ زمیندار مولانا کبھی کسی کو زمین پر بھی بیٹھنے کا اشارہ نہ کرتا آپ کو دیکھتے ہی ایک کرسی بیٹھنے کو دیا آپ نے خدا کی وحدانیت پر تکرار شروع کردیا مولانا ہرچند اُس کو سمجھاتے اور بہت نرمی کیساتھ دلائل عقلی و نقلی بیان فرماتے لیکن وہ سمجھکر بھی نہیں سمجھتا تھا پھر کہنے لگا کہ آپکی ان تقریروں سے اگر میں نہ سمجھوں تو آپ کیا کیجیے گا آپ نے فرمایا ایک بار دو بار تین بار سمجھاؤں گا تب اس نے کہا جب بھی نہ سمجھوں اُس وقت آپ نے تلوار میان سے کھینچ لی اور فرمایا کہ اس سے تم کو سمجھاؤں گا! مولانا کے اس جوش اسلام اور حرارت ایمان کو دیکھکر وہ

[1] "صبح صادق" مصنفہ مولانا محفوظ الحق مرحوم نبیرہ مولانا کرامت علی رحمۃ اللہ علیہ

ڈر گیا اور کہنے لگا کہ میں نے اس مسئلہ کو کئی مولویوں سے اور بھی دریافت کیا لیکن وہ
لوگ میری ایسی کہنے اور حضور حضور کرنے لگے تب میں نے غصہ ہو کر اُن کے قتل
کا حکم دیا کہ اُن سے دین کی تباہی اور بربادی ہوتی ہے بیشک آپ سچے
ہادی ہیں آپ کی ذات سے دین اسلام کی تازگی اور رونق ہوگی پھر اس زمیندار
نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور سچا معتقد ہوگیا۔

اہل ہوا اور مبتدعین سے مقابلہ

یہ دستور ہے کہ رسومات کی پابندی میں کوئی نہ کوئی غرض دنیاوی ضرور شامل
رہتی ہے اس رسم کی پابندی کے آڑ میں ہمیشہ بدعتی پیر اپنے حلوہ مانڈہ کی راہ
ہموار کرتے رہتے ہیں اور جب اس کو مٹانے والا مٹانے کی کوشش کرتا ہے
تو اہل ہوا و نفس اور شکم کے پجاری اُس مصلح کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور اسکی راہ
میں روڑے اٹکانے شروع کر دیتے ہیں چنانچہ اُس زمانہ کے اہل ہوا اور بدعتی
عالموں نے علم کے پیرایہ میں مولانا کو اُن کے اصلاحی و تبلیغی کام سے روکنے کی
کوشش کی اور روڑہ بن کر اُن کی راہ میں حائل ہوگئے اور اپنے جاہ و جلال
سے مولانا کو دبانا اور مرعوب کرنا چاہا مگر جو شخص سر کو ہتھیلی پر رکھ کر صرف
خدائے واحد کے بھروسہ پر گھر سے بے گھر ہو کر جنگلوں پہاڑوں اور دریاؤں
کو چیرتا ہوا اعلاء کلمۃ اللہ کرتا پھرے اس کو دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی

یافت بھی کیسے مرعوب کر سکتی ہے اور اپنے کام سے باز رکھ سکتی ہے۔
الحمد للہ مولانا کو ہر جگہ اپنے اصلاحی پروگرام میں کامیابی اور خداداد نصرت و
حاصل ہوتی رہی شرک و بدعت کے بادل چھٹتے رہے اور اکثر معاند مطیع و
پابند شریعت ہونے لگے، جب مولانا شہر چاٹگام پہونچے اور وہاں فاتحہ رسمیہ و
دیگر رسومات جاہلیہ کی بیجا پابندیوں کو مشاہدہ فرمایا تو آپ اپنے مواعظ میں اسکی
اصلاح کے متعلق مناسب طور پر لوگوں کو سمجھانے اور ہدایت فرمانے لگے عوام
الناس نے اصل مسئلہ اور اس کی اصلیت و حقیقت کو خوب سمجھ لیا تو بدعات
و رسومات سے بکثرت لوگ تائب ہونے لگے جب ہدایت و اصلاح کا سلسلہ
دراز ہونا شروع ہوا اور چاٹگام کے مشہور بدعتی پیر مولوی مخلص الرحمٰن کے مریدین
بھی مولانا جونپوری کی طرف رجوع ہونے لگے تو مولوی مذکور کو تردد اور اندیشہ
پیدا ہوا کہ مبادا میرے مریدین مولانا کے حلقہ بگوش ہو کر کہیں مجھکو نہ چھوڑ
بیٹھیں لہذا اُس کے بچاؤ اور نگہداشت کی فکر دامنگیر ہوئی اسی خیال فاسد
اور حرص دنیا کی خاطر مولوی مذکور نے مولانا سے جھگڑا شروع کر دیا اور رسومات
مروجہ عرس اور فاتحہ رسمی کے جواز کے لئے تحریری مباحثہ شروع کر دیا مولوی
مذکور نے مولانا کے پاس سات سوال بزبان فارسی لکھکر بھیجے مولانا نے ساتوں
سوال کا مسکت و مدلل جواب لکھکر مولوی مذکور کے پاس روانہ فرما دیا سوال
و جواب کی اصل عبارت "ذخیرہ کرامت" حصہ دوئم رسالہ "مقامع المبتدعین" میں

ناظرین ملاحظہ فرما سکتے ہیں یہ واقعہ سنہ ۱۲۷۴ھ میں واقع ہوا۔

ان سوالوں میں مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ و مولانا عبدالحی دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کے متعلق گستاخانہ انداز میں استفسار کیا گیا ہے، اسی طرح سید صاحبؒ کے طریقۂ محمدیہ اور تقویۃ الایمان، صراط المستقیم کے متعلق بھی جاہلانہ سوال ہے۔

مولوی مخلص الرحمٰن جاٹگامی نے مولانا کے خلاف اشتہار بازی کا سلسلہ بھی جاری کر رکھا تھا اشتہار میں مولانا جونپوری کو مذہب کا منکر اور حنفی مذہب سے خارج لکھا تھا اس کی اس افترا پردازی کو دیکھ کر وہ عوام جو مفتاح الجنۃ اور قوت الایمان (مصنفہ مولانا جونپوری) سے واقف تھے اس کے اشتہار پر تھوکا اور اس اشتہار کے سبب وہ خود لوگوں میں ذلیل و خوار ہوا۔ ایک اشتہار میں اس نے صراط المستقیم، قوت الایمان، مسائل اربعین، مائۃ المسائل وغیرہ کتابوں پر عمل کرنے کو کفر و ضلال کا سبب لکھا چنانچہ اس اشتہار کو دیکھ کر اس وقت کے علماء حقانی نے خود اس کی تکفیر کا فتویٰ دیا اسی زمانہ میں صوفی محمد ادریس نظامپوری نے اس اشتہار کو کلکتہ سندر بہ پٹی کی مسجد میں مولانا حافظ احمد علی محدث سہارنپوری مولانا حافظ جمال الدین محدث اور مولوی مجیر الدین کے روبرو رکھ کر سوال کیا کہ اس اشتہار کے لکھنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں تو بعد مطالعہ ان تینوں بزرگوں نے بالاتفاق فرمایا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا ہرگز درست

---

[1] از مقامع المبتدعین

نہیں کیونکہ وہ شخص مسلمان کو کافر کہتا ہے اور اہلسنت کی کتابوں کو کفر و ضلال کا سبب لکھنے کے باعث وہ خود مسلمانی سے خارج ہو گیا۔ اسی زمانہ میں مولوی مخلص الرحمٰن نے مولانا جونپوری کی مذمت میں ایک اشتہار بزبان اردو صحیفہ اخبار "جام جہاں نما" میں چھپوایا تھا اس میں چند مسائل کے باب میں مولانا ممدوح پر تہمت و بہتان لگا کے اشتہار کیا تھا اس کی تردید میں ایک کتاب بہت ہی نفیس فارسی زبان میں لکھی گئی جس کا نام انوار کرامت تھا۔ حضرت مولانا اس فتنہ پرداز پیر کے عقائد بد کو کھول کر بیان کرتے ہیں جس کے نام کے ساتھ اس کے معتقدوں نے لفظ عالم کا تمغہ لگا دیا تھا ایک ذی علم شخص کی گمراہی کا یہ حال تھا تو اس زمانہ میں عوام جہلا کا کیا حال ہو گا صرف اس ایک ہی مثال سے اس زمانہ کی پستی اور بدینی کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں اس کے عقائد بد مولانا کے الفاظ میں ملاحظہ ہوں۔

اس گروہ کا بڑا سردار مخلص الرحمٰن وجودیہ ہے اور وہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ابوجہل کو ایک کہتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

(استقامت)

اس بدعتی پیر کی بدعقیدگی کی انتہا یہ تھی کہ اس نے کلمہ طیب تک کو بدل ڈالا تھا اور حیلہ و مکر سے اپنا نام کلمہ میں شامل کر دیا تھا اور جاہل مریدوں کو اپنے نام کا کلمہ سکھلا کر ان کے ایمان کو بھی ختم کر ڈالا تھا مولانا فرماتے ہیں۔

بیچارے عوام لوگوں نے جو اپنے بزرگوں سے قدیم کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پایا تھا اس پر عمل کرنا بھی چھڑا دیا یہاں تک کہ اس قدیم کلمے کے لفظ بھی بدل دیئے اس حیلے سے کہ مرید سے کہتا ہے کہ کلمہ طیبہ کے معنی ابتدا میں یوں سمجھ لا الٰہ الا الشیخ المخلص۔ (استقامت)

مخلص الرحمن بدعتی دوران قیام چاٹگام میں حضرت مولانا سے فاتحہ رسمیہ کے جواز میں مباحثہ کرنے کے لیئے بار بار اپنی آمادگی ظاہر کرتا تھا اور وقت آنے پر حیلہ بہانہ سے اپنی جان بچا لیتا، اس حرکت سے مولانا کا وقت انتظار کے سبب ضایع ہوتا اس کی اس حرکت کے بارہ میں مولانا فرماتے ہیں۔

چار پانچ برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ فقیر جب اس شہر (چاٹگام) میں آیا تھا تو وہی بڑا سردار (مخلص الرحمن) بار بار ہم سے بحث کرنے کا پیغام بھیجتا تھا جب ہم مستعد ہوتے تھے تب ہٹ جاتا تھا آخر کو جب ہم کشتی (بوٹ) کھولنے لگے تب ہمارے پاس رقعہ بھیجا کہ تمام شہر میں ہم سے اور آپ سے بحث ہونے کا شہرہ تھا آپ بغیر بحث کئے چلے جاتے ہیں ایسا مناسب نہیں ہم سے اور آپ سے کل ۱۰ بجے دھرم گھر میں بحث ہوگی آپ کل ۱۰ بجے دھرم گھر میں آویں گے اور تمام شہر کے لوگ بھی وہاں جمع ہوں گے تب

ہم نے صدر گھاٹ میں کشتی لگا کے مقام کیا اور دھرم گھر میں بموجب وعدے کے حاضر ہوئے اور شہر چاٹگام کے رئیس اور عالم لوگ بھی وہاں بیٹھے اور وہ بڑا سردار بھی اپنے مقام سے آکے جیلخانہ میں بیٹھا دھرم گھر میں نہ آیا جب بہت تاخیر ہوئی تب منشی فضل الرحمن مرحوم داروغہ کریم اللہ صاحب منشی محمد فیض صاحب سلمھم اللہ تعالیٰ اس سردار کے بلانے کو گئے اور بہت سی فہمائش کی آخر کو ہرگز نہ آیا سو صاف ظاہر ہے کہ اگر اس کے پاس اس رسمی فاتحہ کی دلیل کچھ بھی ہوتی تو اس ذلت کو اپنے اوپر کبھی گوارا نہ کرتا۔

(کتاب استقامت)

الغرض اسی طرح مولانا جونپوری سے اکثر عالموں سے مسئلہ تقلید، قیام و میلاد، عرس، فاتحہ رسمیہ، فرضیت جمعہ وغیرہ کے بارہ میں تقریری و تحریری مناظرے ہوئے اور خدا نے آپ ہی کو غالب کیا۔ آپ سے عیسائیوں دہریوں، شیعوں اور وہابیوں سے مباحثہ ہوا آپ ان لوگوں کو ذلت پر ذلت دیتے رہے۔ پٹنہ میں مولوی[1] ابوالحسن سے قیام کے بارہ میں، کلکتہ میں مولوی محمد صدیق[2] پنجابی سے جھینگا مچھلی کی حلت کے بارہ میں، بیر بھال میں مولوی عبدالجبار اور دو وہابیوں سے (بنگال میں) جواز جمعہ کے بارہ میں مباحثہ و

[1] [2] احسن التواریخ۔

مکالمہ ہوا اور آپ نے اُن لوگوں کو معقول اور لاجواب کر دیا علاوہ اسکے کلکتہ اور دوسرے مقاموں میں آپ سے پادریوں سے مباحثہ ہوا بہتوں نے معقول ہو کر آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور مشرف باسلام ہوئے۔

منکرین جمعہ

بنگال میں ایک گروہ منکرین جمعہ کا ہے جن کو وہاں کی اصطلاح میں لاجمعہ بھی کہا جاتا ہے یہ لوگ بنگال میں نماز جمعہ کو جائز تسلیم نہیں کرتے اور جو لوگ جمعہ پڑھتے ہیں اُن کو یہ لوگ بہت بُری نگاہ سے دیکھتے ہیں اور انکے ساتھ بغض و عداوت کا برتاؤ کرتے ہیں جمعہ کو مٹانے میں وہ لوگ اس قدر پر جوش ہیں کہ گویا اسلام میں اس سے بڑا امر منکر کوئی دوسرا نہیں بہت سے مقامات پر سنا گیا ہے کہ وہ لوگ جمعہ پڑھنے والوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے نہ اُن کے یہاں شادی بیاہ کرتے ہیں ڈھاکہ ضلع میں مجھ سے خود لوگوں نے کہا کہ وہ لوگ جمعہ پڑھنے والوں کے یہاں رشتۂ شادی نہیں کرتے حالانکہ اس وقت منکرین جمعہ کے جو سب سے بڑے پیر ہیں اُنھوں نے اپنی دو لڑکیوں کی شادی ایسے دو شخصوں کے ساتھ کی ہے جو ہمیشہ سے جمعہ پڑھتے ہیں اور جونپوری علماء سے تعلق رکھتے ہیں۔ غرضکہ یہ گروہ جمعہ نہ پڑھنے کے بارہ میں بہت متشدد اور سخت ہے اس گروہ کے بانی حاجی شریعت اللہ اور اُن کے بیٹے دُودو میاں ہیں

اس مناسبت سے اس گروہ کو دُودو ائیہ بھی کہتے ہیں حاجی شریعت اللہ اور دُودو میاں دونوں مولانا جونپوریؒ کے ہمعصر تھے اُنکے عقائد مندرجہ ذیل ہیں۔

عقائد منکرین جمعہ

(۱) بنگال دار الحرب ہے۔

(۲) دیار بنگال میں جمعہ و عیدین پڑھنا درست نہیں ہے۔

(۳) عمل ایمان میں داخل ہے اس لئے کلمہ گو مومن اگر بے نمازی ہے تو کافر ہے اس کا جنازہ نہ پڑھنا چاہیئے۔

(۴) اس گروہ کے سردار اپنی گروہ کا مقدمہ فیصلہ کرکے مجرم سے جرمانہ بنام کفارہ وصول کرکے خود کھاتے ہیں۔[۱]

(۵) تعزیر بالجسم کے قائل ہیں یعنی مجرم کو لاٹھی جوتے سے مارتے ہیں[۲] (حالانکہ تعزیر و جرمانہ یہ دونوں کام سلطان وقت کا ہے)

(۶) ان کے یہاں پتنگا کھانا حلال ہے[۳] (یہ لوگ جراد کا ترجمہ پھڑنگ کرتے ہیں پھڑنگ بنگلہ زبان ہے جس کے معنی پتنگا ہے)

(۷) مشائخ طریقت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو منع کرتے ہیں۔[۴]

(۸) طریقت اور سلاسل اولیا کے منکر ہیں۔

(۹) اس گروہ کے اُستاد و خلیفہ باوجود غنی ہونیکے صدقہ فطر وصول کر کے خود[۵]

[۱] حجت قاطعہ [۲] [۳] [۴] [۵] ذخیرہ کرامت

کھاتے ہیں۔

یکشنبہ مورخہ ۱۹ اساڑھ ۱۲۷۳ء بنگلہ میں شہر بیرسیال میں روساء شہر اور حکامان سرکاری مثلاً خان بہادر مولوی عبدالکریم صاحب، قاضی سراج الاسلام کوتوال شہر، مولوی محمد فاضل وغیرہ کے سامنے گروہ لاجمعہ کا سب سے بڑا خلیفہ مولوی عبدالجبار حضرت مولانا جونپوری سے گفتگو اور مکالمہ کے بعد دلائل و براھین سے لاجواب ہوکر مذکورہ بالا عقائد سے پھر کر مولانا جونپوری کی موافقت کا اقرار کیا اور اپنی غلطی تسلیم کرلیا، افسوس کہ دوسرے ہی روز اپنے اقرار سے[1] پھر گیا۔ اس فرقہ والوں نے حضرت مولانا کو بہت کچھ ستایا اور اُنکے دعوت اسلام کے کاموں میں ہمیشہ رخنہ ڈالا ان لوگوں کے مکر و فریب کی وجہ سے حضرت مولانا کو ایک ایک مقام پر چار چار ماہ قیام کرنا پڑا بیرسیال، جھالوکاٹھی اور دیگر مقامات پر یہ لوگ مباحثہ کرنے کا اقرار کر کے تاریخ مقررہ پر فرار اختیار کر گئے منکرین جمعہ کے پیر دُودامیاں شہر بیرسیال میں دلائل و براھین سے لاجواب و ساکت ہوکر جمعہ پڑھنے کا وعدہ کیا اور موقعہ پاکر شب جمعہ ہی کو غائب ہوگیا یہ واقعہ ۱۲۷۳ھ کا ہے چنانچہ مولانا اپنی تحریر میں اس بارہ میں ارشاد فرماتے ہیں

بیرسیال میں حاجی شریعت اللہ کے بیٹے دُودامیاں نے پنجشنبہ کے روز جناب قاضی شفیع الدین صاحب کے مکان پر بعد لیل

[1] حجت قاطعہ صفحہ ۱۰۴

ہونے کے وعدہ کیا تھا کہ کل ہم یہاں آپ لوگوں کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھیں گے اور مسائل کی تحقیق کریں گے پھر رات ہی کو بھاگا اور جھالوکاٹھی میں مکہ معظمہ کے فتویٰ پر (جو جمعہ کے جواز کے بارہ میں تھا) دستخط کرنے کا وعدہ عبدالجبار نے کیا تھا کہ کل ہم دستخط کریں گے اور وہاں سے رات ہی کو بھاگا اور پھر اُس نے مداری پور میں ہم سے بحث کرنیکا وعدہ بایزید پور میں جاکے کیا تھا اور بایزید پور میں جاکے سارے دیہات میں چٹھی لکھی کہ کل ہم بحث کریں گے تم لوگ صبح کو حاضر ہو پھر رات ہی کو وہاں سے بھی بھاگا اگر ان تینو شخصوں کے چار بار بھاگنے کی گواہی سیکڑوں مسلمان نہ دیں تو ہم جھوٹے ہیں اور اگر اس خبر کی گواہی گذرے تو بلاشبہ وہ سب دغاباز ہیں۔ (حجت قاطعہ)

اسی طرح یکشنبہ بتاریخ ۸ ماہ صفر ۱۲۸۴ھ میں شہر بیرسیال میں ایک مجلس منعقد ہوئی اس مجلس میں لوگوں کے سامنے وہی عبدالجبار خلیفہ حاجی شریعت اللہ نے اپنے عقائد کے بطلان کا اعلان کیا اور ملک بنگال میں جواز جمعہ کا قائل ہوا اور بعد کو اپنی ذاتی مصلحت کی بناء پر پھر گیا اور جمعہ نہ پڑھا۔ گویہ گروہ جمعہ کے بارہ میں بہت سخت ہے اور ان کے پیر کی طرف سے اس بارہ میں کڑی نگرانی ہے مگر مولانا کی خلوص نیت کا یہ اثر ہے کہ اُس دن سے آج تک

یہ گروہ بحیثیت تعداد برابر کم ہوتا جا رہا ہے اُن کے معتقدین جمعہ پڑھنا شروع کرتے جا رہے ہیں اُن کے معتقدین کے گروہ کے گروہ جواز جمعہ کے قائل اور نماز جمعہ کے عامل ہوتے جا رہے ہیں منکرین جمعہ کی بستیوں میں مسجدیں بنتی جا رہی ہیں الحمدللہ کہ جمعہ کی برکت سے اُن کے عادات و خصائل بھی درست ہو رہے ہیں اور اُن میں ہدایت و بصیرت کا نور پھیل رہا ہے اور علم کا چرچا بھی ہو رہا ہے۔

معاندین کا ایک مکر

حضرت مولانا اور اُن کے خلفاء کو کچھ ایسے دشمنان دین سے بھی سابقہ پڑا جو مبلغین اور واعظین کو یہ کہکر عار و شرم دلاتے اور لوگوں میں بدنام کرتے کہ ان مبلغین کی دینی جد و جہد روپیہ کمانے دنیا حاصل کرنے اور تحصیل زر کے لئے ہے مخالفین کے اس ناپاک پروپیگنڈا کا مقصد عوام کو بدگمان کرنا اور وعظ و نصیحت کے کلمات کو بے اثر کرنا تھا اس طرح وہ عوام کی توجہ واعظین کی طرف سے ہٹانا چاہتے تھے دوسری طرف واعظین کو غیرت دلا کر اس کام سے باز رکھنا بھی چاہتے تھے چنانچہ اس جدید طرز کے معاند اسلام کے متعلق مولانا فرماتے ہیں۔

بنگال کے بعضے دیار میں منافق لوگ کہتے ہیں کہ مولوی لوگ

زکوۃ دینے کا مسئلہ اپنے لینے کے واسطے بیان کرتے ہیں منافق لوگ کہتے ہیں کہ لوگ جو ملک ملک پھر کے وعظ و نصیحت کرتے ہیں سو روپیہ کمانے کے واسطے تو اس وسواس کا رد تیسرے فائدہ میں جہل کی برائی کے بیان میں معلوم ہو گا۔

(مراد المریدین)

منافقوں کے اس طرح کے پروپیگنڈا کا ایک مقصد تو عوام کی ذہنیت کو مسموم کرنا تھا دوسرا مقصد مولانا کے الفاظ میں یہ بھی تھا۔

تاکہ واعظ لوگ شرما کے اور بدنامی کے خوف سے ملک ملک پھر کے وعظ کہنا موقوف کر دیں۔

چنانچہ کسی کسی مقام پر اس منافقانہ پروپیگنڈا کا یہ بدا اثر ظاہر بھی ہوا کہ واعظوں میں تساہلی شروع ہو گئی اور ہدایت یافتہ عوام بگڑنے لگے جس کو مولانا افسوس کیساتھ تحریر فرماتے ہیں

ایکبار ضلع پورنیہ کے سفر میں ۱۲۸۸ھ میں اپنے معتبر خلیفہ شاہ طفیل اللہ صاحب ساکن بارہ گھریا ضلع مالدہ سے ہم نے سُنا اور خود بھی دیکھا کہ اس تیسرے وعظ کے پہلے فائدہ میں جو منافقوں کے وسواس دلانے کا ذکر ہوا ہے سو بعضے مقام میں بعضے ہدایت کرنے والے اسی وسواس کی تہمت کی ڈر سے زکوۃ و صدقۂ فطر

دینے کا مسئلہ بیان کرنے سے شرماتے ہیں اور اُن کو اپنے
خرچ (سواری وغیرہ) لینے کی طاقت کہاں یہاں تک
نوبت پہونچی کہ بعضے وعظ کہنے والے جو بعضے مقام میں گئے تو وہاں کے
لوگوں نے منافقوں کے وسواس مذکورہ کے سبب سے ان کو حقیر
جانا اور وعظ بھی بے دلی سے سُنا اور بطور خیرات کے اگر کسی نے
اُن کو کچھ دیا تو لے لیا اور نہ دیا تو چپ رہے اور کشتی کے کرایہ
وغیرہ کے قرضدار ہو کے اپنے گھر چلے آئے آخر کو اس کا انجام
یہ ہوا کہ وعظ کہنے والے لوگ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے اور وعظ
کہنا موقوف ہو گیا اور جو لوگ ہدایت ہوئے تھے پھر گمراہ ہو گئے
اور آگے جو لوگ عالموں کا نام سن کے دُور دور سے اُن کی
ملاقات کو آتے تھے سو اب اُن کے گاؤں میں اگر عالم آتا ہے
تو اُس کی ملاقات کو نہیں آتے اور عورتوں نے جو پردہ کرنا اور
لمبی آستین کا کرتا پہننا اختیار کیا تھا سو پھر بے پردہ ہو گئیں
یہاں تک کہ مسلمانوں کی عورتیں دریا میں آ کے غسل کرتی ہیں
اُن کا دودھ اور پیٹ ساری خلقت دیکھتی ہے اور مسلمان
عورتیں ہندو عورتوں کی طرح سیندور لگانے لگیں اور تعزیہ داری
جو لوگوں نے چھوڑ دیا تھا وہ سب پھر تعزیہ داری آگے سے زیادہ

کرنے لگے اور اُن کی عورتوں نے تعزیہ کے پاس آ کے ماتم کرنا
اور زاری کرنا آگے سے زیادہ شروع کیا اور مسجدیں جو آباد
تھیں وہ اُجاڑ ہو گئیں اُس میں گائے بیل کا گوبر پڑا ہوا اور مسافروں
کا چولہا بنا ہوا اپنی آنکھ سے دیکھا اور ڈھول باجا جو لوگ چھوڑ
دیئے تھے سو پھر اس میں گرفتار ہو گئے۔ (مراد المریدین)

دشمنان دین کی چالبازیوں کے سبب ہدایت کی ہری اور لہلہاتی
کھیتی کو اس طرح برباد ہوتے دیکھکر مولانا کو کس قدر قلق و صدمہ ہوا ہوگا
وہ ظاہر ہے ہمت کو ٹھکا دینے والا یہ سماں کتنا دردناک ہے کہ برسوں کی
جدوجہد اور مشقت کے بعد لوگ رہ راست پر آ لگے تھے اور دین اسلام
کو پہچاننا شروع کر دیا تھا کہ مولانا کے پس غیبت میں منافقوں اور مکاروں
نے طرح طرح کے وسواس و شبہات دلا کر عوام کو واعظوں سے بدظن کر دیا
اور وعظ سننے سے باز رکھا اور شرم و عار دلا کر اور تہمتوں سے مطعون کر کے
واعظوں کو گوشہ میں بیٹھنے پر مجبور کر دیا اور پوری طور سے عوام کو بے مہار
بنا دیا جس کا زہریلا نتیجہ خود مولانا کی مذکورہ بالا تحریر سے ظاہر ہے باوجود
اس افسوسناک انقلاب کے مولانا ہمت نہ ہارے نہ اُن کے عزم و
استقلال میں ذرا فرق آیا بلکہ دوبارہ اُن گم کردہ راہ کو راہ شریعت
پر لانے کی کوشش میں لگ گئے اور چھ ماہ کی جدوجہد میں پہلے سے

زیادہ وہ کامیاب ہوئے اس کامیابی کو خدا کی حمد کے ساتھ مولانا اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

بارے الحمد للہ کہ جب یہ خاکسار ایسے ایسے مقاموں میں پہنچا اور وعظ سنایا تو پھر ہزاروں آدمی مرید ہو گئے اور چھ مہینے کے دورے اور سیر میں ہم نے ایک لامذہب اور گمراہ کرنیوالا بدعتی نہ دیکھا سب بھاگ گئے تو اب مسلمانوں کو لازم ہے بلکہ ان پر واجب ہے کہ دین کے علم کی طلب کریں۔

دینی مصلحت کے پیش نظر سلسلۂ وعظ و نصیحت کو جاری رکھنے کیلئے مولانا واعظین اور عوام کو مخاطب کرتے ہوئے اور انتباہ فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

وعظ و نصیحت سننے اور سنانے کی اس زمانہ میں بڑی ضرورت ہے کہ لوگ غافل و جاہل ہو رہے ہیں اور اسی ضرورت کے واسطے قرآن اور فقہ کی تعلیم کے واسطے اور امامت اور اذان و اقامت کے واسطے اور وعظ کیواسطے اس زمانہ میں "رد المحتار" میں بہت سی کتابوں سے استیجار یعنی اجرت مقرر کر کے لینے کا درست ہونا ثابت کیا ہے جیسا کہ قریب ہی تیسری تنبیہ سے معلوم ہو چکا تو اب اس زمانہ میں لوگوں پر واجب ہے کہ سارے

مذکورہ کاموں کی خرچ برداری میں سب لوگ آپ آپکو مستعد ہو جائیں اور وارث الانبیاء سے وعظ سنیں اور اللہ تعالےٰ کی رضامندی کی نیت سے اُن کی عزت اور قدر کے لائق اُن کی خدمتگذاری ایسی کریں کہ وہ لوگ ذلت اور تنگدستی سے محفوظ رہیں۔ (مراد المریدین)

چونکہ بعض واعظوں نے اس لئے اپنا دورہ موقوف کر دیا تھا کہ خود اخراجات کے کفیل نہ ہو سکتے تھے اور لوگوں سے لینے میں شرم و عار محسوس کرتے تھے خصوصًا ایسے موقعہ پر کہ شرم دلانے والی ایک منظم جماعت اس کام کے لئے موجود تھی، مذکورہ بالا ارشاد مولانا کا عوام و خواص دونوں کو بطور انتباہ تھا اب خاص واعظوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔

واعظوں کو ہدیہ لینا مسنون بھی ہے اور اس میں برکت بھی ہے اور اس ہدیہ لینے کی اجازت فقہ کی کتابوں میں بتصریح موجود ہے جیسا کہ "فتاویٰ عالمگیری" میں کتاب ادب القاضی کے نویں باب میں لکھا ہے اور اگر کوئی شخص واعظ کو ہدیہ دے تو واعظ کو درست ہے کہ اُس کو قبول کرے اور اپنے واسطے خاص کرے یعنی سب آپ ہی لیلے تو اس صورت میں ایسی ہدیہ لینے والے واعظ پر کچھ اعتراض باقی نہ رہا۔ (حجت قاطعہ)

عام فہم استدلال کا ایک نمونہ

اپنے کلام کو دل نشین کرنے اور عوام کو سمجھانے کیلئے مولانا کا طریقہ
استدلال بھی بہت سادہ اور عام فہم ہوتا تھا۔ بروایت مولانا ابو البشر صاحبؒ
جب حضرت مولانا جمعہ و جماعت قائم کرتے ہوئے شہر کھرلا پہنچے تو وہاں کی
شاہی مسجد تعمیر کردہ شجاع بادشاہ میں آپ نے نماز جمعہ ادا فرمائی اور پھر وعظ بیان فرمایا
اور کہا کہ خواہ مخواہ ہمکو لوگ کہتے ہیں کہ نئی بات ایجاد کرتے ہیں ہماری نئی بات
یہی ہے کہ ہم نماز کا حکم دیتے ہیں اور جمعہ قائم کرتے ہیں۔ اور جو لوگ اس ملک
میں جمعہ کو بالکل ناجائز بتلاتے ہیں ہند اور بنگال کو دار الحرب
کہکر جمعہ کی فرضیت کے منکر ہیں اور جمعہ پڑھنے سے زبردستی لوگوں کو روکتے ہیں اُنسے
ہم مناظرہ کرتے اور نماز جمعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اب تم لوگ بتلاؤ کہ یہ
مسجد کس نے بنائی ہے لوگوں نے جواب دیا کہ شجاع بادشاہ نے بنوائی ہے،
پوچھا کہ کس واسطے بنوائی کہا نماز کے لئے، پھر فرمایا کتنے روز ہوئے اس مسجد کو
بنے ہوئے، عرض کیا گیا کہ سیکڑوں برس گذر گئے، تو فرمایا کہ ممبر مسجد میں کس لئے
بنایا ہے کہا گیا کہ خطبہ پڑھنے کیلئے فرمایا خطبہ کب پڑھتے ہیں، کہا گیا کہ جمعہ کو۔
فرمایا کہ تو معلوم ہوا کہ یہ مسجد قدیم ہے اور ممبر بھی قدیم ہے اور جمعہ کا چرچا اور
رواج بھی قدیم ہے صرف بیچ میں لوگوں کی سستی سے جمعہ کی نماز متروک
ہوگئی تھی جس کو ہم پھر جاری کرتے ہیں اور قدیم بات کو یاد دلاتے ہیں پھر

فرمایا دیکھو وہی سیکڑوں برس کی بات کو پھر ہم جاری اور تازہ کررہے ہیں اور
بھولے ہوئے مسائل کو یاد دلا رہے ہیں ہماری بات نئی نہیں ہے بلکہ پرانی اور
قدیم ہے چنانچہ اس سادہ اور دل نشین استدلال کا اثر عوام پر بہت اچھا ہوا
اور بہ کثرت لوگ جمعہ کے پابند ہوئے۔ اس قصہ کے اصل راوی جس نے
مولانا ابو البشر صاحبؒ سے مولانا جونپوری کے مکالمات بیان کئے اُن کا نام
منشی خدا بخش مرحوم ساکن مینا تنی ضلع کمرلہ ہے منشی صاحب مرحوم اسوقت
خود شجاع مسجد میں موجود تھے۔

کاموں کا ہجوم

حضرت مولانا کو بنگال کی سیاحت میں بہت سے بیدین اور گمراہ فرقوں
سے سابقہ پڑا آپ کی لکھی ہوئی کتابوں کے مطالعہ سے اُن فرقوں کے نام اور
اُن کی بدعقیدگی کا پورا حال معلوم ہوگا مولانا کو بنگال میں بہ سلسلہ تبلیغ ایک
وقت میں بہت سے کام ایک ساتھ انجام دینے پڑتے تھے مثلاً عام مسلمانوں کو
وعظ و نصیحت کے ذریعہ باعمل مسلمان بنانا، بے شرع فقیروں، بدعتی پیروں کا
استیصال، وحدت وجودی عقیدہ والوں کا رد، خارجی گروہ کی بدعقیدگی
کی روک تھام اور اُن کے عقائد کے بطلان میں رسائل لکھکر شایع کرنا،
ضروریات دین کی کتابوں کی تالیف و تصنیف، استفتاؤں کا جواب، غلط

اور گمراہ کن فتاووں اور رسالوں کا رد لکھنا، طالبین کو ذکر اذکار اور سلوک کی تعلیم دینا، فن تصوف میں کتابوں کی تالیف و اشاعت، طلبار کو تجوید قرآن کی تعلیم، مبلغین کو خاص ہدایت کیساتھ بنگال و آسام کے گوشہ گوشہ میں روانہ کرنا اور اُن کی نگرانی بھی کرنا جس جس جگہ ضرورت محسوس ہوتی وہاں مسجد و مدرسہ قائم کرنا اور اُس کی کفالت کے لئے لوگوں کو مستعد و آمادہ کرنا، خود اپنے قافلہ کی جس میں عورتیں اور بچے طلبا مہمان ترجمان، ملاح و خدام ہوتے ان لوگوں کی دیکھ بھال اور اُن کے حقوق و راحت کا خیال کرنا، خود اپنے معمولات باطنی کو پابندی سے ادا کرنا غرضکہ مولانا ایک ایسے مرد مجاہد تھے کہ جس کے جسم کا ہر عضو خدمت دین و خدمت خلق کے لئے وقف تھا اور مثل مشین کام کر رہا تھا۔ دل و دماغ کل اعضا جوارح اپنے اپنے فرائض میں مشغول تھے جس کام کی انجام دہی کے واسطے ایک دفتر و عملہ کی ضرورت تھی اس کو وہ تن تنہا انجام دے رہے تھے اور اپنے خزانہ توکل سے تمام کثیر اخراجات کے خود ہی کفیل تھے۔

آپ کی تصنیف کردہ کتابوں کے مطالعہ سے آپ کی دینی خدمات اور مذہبی انہماک کی حقیقت عیاں ہوتی ہے فرقہ باطلہ کے رد میں آپ کی جتنی تحریریں ملیں گی اس میں خاص بات آپ یہ پائیں گے کہ مولانا بے خوف و بلا جھجک فرقہ باطلہ کے سرگروہ کا نام لے کر اُن کے عقائد کو ظاہر کر کے پوری طور سے اس کا رد کریں گے اشارہ کنایہ سے اُن کے استیصال کی کوشش کرنا مولانا

کی عادت کے خلاف ہی آپ مریض کے مرض کو اور مرض پھیلانے والے جراثیم کو ظاہر کر کے اس کے علاج کے عادی تھے تاکہ دنیا متعدی مرض اور اسکے پھیلانے والے مادوں سے آگاہ ہو کر ہوشیار ہو جائے چنانچہ مولانا اپنی اس عادت کی توجیہ خود رقم فرماتے ہیں۔

جس گمراہ کرنے والے نے ہزاروں آدمی کے دین کو برباد کر دیا اور سیکڑوں کلمہ گو بغیر جنازہ کی نماز کے دفن کرا دیا سو بموجب حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کا ذکر ہم نام لے کے کر دیتے ہیں تاکہ لوگ اس کے فساد سے محفوظ رہیں وہ حکم یہ ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم لوگ باز رہتے ہو بدکار کے ذکر کرنے سے یعنی ایسا نہ کرو بلکہ بیان کرو فاجر کو اُس کے عیب کیساتھ جو اس میں ہے تاکہ پرہیز کریں لوگ اس فاجر سے۔

(حجت قاطعہ)

خارجی فتنہ اور اُن کے عقائد باطلہ

حضرات ناظرین پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ حاجی شریعت اللہ اور دُودو میاں کے گروہ کے لوگوں نے مولانا مرحوم کے تبلیغی کاموں میں بہت کچھ روڑے اٹکائے اور بدعقیدگی کا بہت بڑا فتنہ بنگال میں برپا کیا جس کے مٹانے اور استیصال و سرکوبی میں مولانا کو بڑی مشقت اٹھانی پڑی اور اس کام میں مولانا کا قیمتی وقت بہت صرف ہوا اس گروہ کے لوگوں کو مولانا اپنی تحریروں میں خارجی کے لقب سے تعبیر کرتے ہیں اور اُن کے عقائد بتلا کر جا بجا فقہ اور اصول کے تحت ان کا رد فرماتے ہیں مولانا ہی کے قلم سے خارجیوں کے عقائد اور اُن کا فتنہ ملاحظہ فرمائیے۔

خاکسار علی جونپوری معروف بہ کرامت علی بعد سلام علیکم و رحمۃ اللہ کے خواص بزرگوں اور عوام لوگوں کی خدمت میں خارجیوں کی دغابازی کی ایک سچی خبر دیتا ہے کہ خواص لوگ عوام لوگوں کو خارجیوں کی دغابازی اور جعلسازی سے خبردار کریں اور عوام لوگ اُن خارجیوں سے کنارہ کریں وہ خبر یہ ہے کہ چونکہ اس ملک بنگالہ کے عوام لوگ خصوصاً شہر ڈھاکہ اور فریدپور اور باریسال اور ان شہروں کے قرب و جوار اور اطراف کے عوام لوگ اپنے دین اور مذہب اور دین کے

عقائد سے واقف نہ ہونیکے سبب اور ایمان اور عمل میں جو فرق ہے اُس کے نہ جاننے کے سبب سے خارجیوں کے جال میں گرفتار ہو کے کلمہ گو مومن کو نماز نہ پڑھنے کے سبب سے کافر کہتے تھے اور اُس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھتے تھے اور جمعہ کی نماز کو جو بموجب مضمون تفسیر احمدی وغیرہ کے شعار اسلام میں سے یعنی اسلام کی نشانیوں میں سے بہت بڑی نشانی ہے اور عیدین کی نماز کو اس ملک میں منع کرتے تھے اور مشائخ طریقت کے طریقہ میں داخل ہونے اور اُن کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے منع کرتے تھے اور اس بیعت سے سخت انکار کرتے تھے اور ہنگوں کو جن کو عربی میں فراش اور بنگلہ زبان میں پھڑنگ کہتے ہیں جراد سمجھ کے جس کو ہند میں ٹڈی اور بنگلہ زبان میں "پنگ پال" کہتے ہیں کھاتے تھے اور اُن کے سردار لوگ اپنے قوم کے لوگوں سے باوجودیکہ غنی تھے صدقہ فطر کا آپ کھاتے تھے اور کبھی قصور اور گناہ صادر ہونے کے سبب سے اُن کو جوتا مارتے اور اُن پر جرمانہ کرتے تھے اور اس مال کو آپ کھاتے تھے اور کبھی اس مجرم کو وہ جرمانے کا مال پھیر نہ دیتے تھے اور اپنی قوم کے سوا

سب کو مسلمان نہ جانتے اور نہ اُن کا ذبیحہ کھاتے اور نہ اُنکی
پیچھے نماز پڑھتے اور نہ اُن کو سلام کرتے اور نہ اُنکی مسجد میں
جاتے بلکہ اہلسنت و جماعت کی بہت سی مسجدوں کا ممبر
کھود ڈالا تاکہ اس میں کوئی جمعہ کی نماز و خطبہ نہ پڑھے اور
اس فقیر نے خارجیوں کے سردار حاجی شریعت اللہ اور اُسکے
بیٹے دُودُو میاں کو ان سب مذکورہ باتوں کو کسی دینی کتاب
سے دکھا دینے کے واسطے سخت پکڑا تھا سو کبھی دکھا نہ سکے
آخر کو اس گروہ کے ایک خلیفہ مولوی عبدالجبار نامی کو بھی
اس خاکسار نے جہالو کاٹھی میں ان ہی سب مذکورہ باتوں کو
کسی دینی کتاب سے دکھا دینے کے واسطے سخت پکڑا تھا سو
وہ بھی دکھا نہ سکا۔ (حجت قاطعہ)

ایک دوسرے مقام پر اس فرقہ سے ہوشیار ہونے کیلئے شرعی
نقطۂ نظر سے مولانا لوگوں کو متنبہ فرماتے ہیں۔

بنگال کے خارجی لوگ اہل سنت و جماعت نہیں اور
نبی کے وارث اور عالم نہیں ہیں خارجی لوگ جو عمل کو داخل
ایمان کر کے بے نمازی کو کافر کہتے ہیں اور اُس کی نماز جنازہ
نہیں پڑھتے سو اس عقیدہ کو "شرح عقائد نسفی" میں خارجی کا

عقیدہ لکھا ہے اور ایسے لوگوں کو اجماع سے خارج لکھا ہے۔
(حجت قاطعہ)

یوں تو اُس وقت بنگال میں بہت سے گمراہ فرقے تھے لیکن اس زمانہ
میں دو فرقے زیادہ خطرناک اور زہریلے تھے جن کا ذکر مولانا اس طرح
فرماتے ہیں۔

بنگال میں دو فرقوں نے ایک تو لامذہب لوگوں نے اور
دوسرے بنگالے کے خارجی لوگوں نے طرح طرح کے وسواس
دلا کے اور افترا کر کے اور جھوٹ کہہ کے لوگوں کو دین اور
مذہب میں شک دلا کے گمراہ کر دیا۔ (تزکیۃ العقائد)

حضرت مولانا کی تصانیف میں اس وقت کے کل فرقہ باطلہ
خصوصاً ان دونوں فرقوں کے رَدّ جا بجا آپ کو ملیں گے تفصیل حالات
کے لئے حجت قاطعہ، مراد المریدین، قول الثابت، تزکیۃ العقائد،
اطمینان القلوب، نسیم الحرمین، کرامت الحرمین وغیرہ مطالعہ فرمائیے۔

مولانا کا پہلا سفر بنگال اٹھارہ سال تک جاری رہا

حضرت مولانا کا پہلا سفر بنگال مسلسل اٹھارہ سال تک جاری تھا اول ہی سفر میں مغربی ومشرقی بنگال میں ضلع بہ ضلع تبلیغ کرتے ہوئے آپ صوبہ آسام تک پہونچ گئے اور جہاں بھی پہونچے تبلیغ واشاعت کی بنیادوں کو پختہ کرتے اور مردہ جسم میں اسلامی روح پھونکتے گئے۔ جابجا مبلغ مقرر کئے، مسجد و مدرسہ قائم کیا، لوگوں میں احکام شرعیہ کی پابندی کا جوش پیدا کیا اور باعمل مسلمان بنادیا۔ دوران سفر میں کبھی کبھی دوچار سال کے بعد حضرت مولانا کو مکان سے اعزا واقربا کی طرف سے مراجعت وطن کی تحریک ہوتی رہی نیز آپ کے خدام دہمراہی بھی عرض کرتے کہ عرصہ ہوا جونپور چھوٹا وطن سے ہوکر دوبارہ تشریف لاکر اس تبلیغی دورہ کو مکمل فرمایئے۔ تو آپ جواب میں ارشاد فرماتے کہ حضرت مرشد برحق نے اٹھارہ یوم کی حاضری کے بعد رخصت فرماتے ہوئے جو تسلی بخش کلمات اور طریق ہدایت اور اس کی توسیع کے متعلق جو جو بشارتیں دی تھیں وہ سب برابر ظہور پذیر ہورہی ہیں اور اُن کا سلسلہ حسب الارشاد مسلسل جاری ہے اور ابھی بہت کچھ باقی ہے جن کی توقع اعتقاداً لازم الوقوع معلوم ہورہی ہے پھر ایسی حالت میں سفر کا ترک کرنا اور سلسلہ ہدایت وتبلیغ کا انقطاع عم فقیر کے خیال میں خلاف دروزی ہے۔ اور یہ امر ایسا ہے کہ

فقیر سے بڑے بڑے درجہ کے خلفاء حضرت مرشد برحق کے صوبہ بنگال کے بعض گوشوں میں موجود ہیں اور اُن کا فیض بھی بحمداللہ جاری وساری ہے باوجود اس کے اس فقیر عاجز کو حضرت مرشد برحق نے ہندوستان سے سفر کرنے اور تبلیغی دورہ صوبہ بنگال میں وسیع پیمانہ پر کرنے کا حکم فرمایا اور اس سفر میں بی بی بچوں کو ساتھ رکھنے کا حکم دیا جو کسی طرح حکمت سے خالی نہیں یہ امر وارشاد مفنی خیر ہے یہی وجہ ہوئی کہ کلکتہ پہونچکر اس سلسلہ کے ارباب طریقت کی بھی یہی مرضی ہوتی اور بہتوں نے اپنے دیار میں تبلیغ واشاعت میں بہت کچھ مدد دی۔ ان تسلی آمیز کلمات سے مولانا کے مخلص خدام مطمئن ہوجاتے۔ آخر صوبہ آسام پہنچکر سید صاحبؒ کی تمام بشارتوں کا قابل اطمینان ظہور رہا۔

آسام کے ننگوں میں کپڑے تقسیم کرنا

حضرت مولانا ابوالبشر صاحبؒ ارشاد فرماتے تھے کہ صوبہ بنگال کے ایک مخلص جو حضرت مولانا حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں اور اُنکا مکان ضلع بریسال ملادی بازار کے ماتحت ہے وہ صاحب ایک روز جوش میں فرمانے لگے کہ میرے دادا حضرت مولانا کرامت علی صاحبؒ کے خاص خادم تھے جب حضرت مولانا مرحوم صوبہ آسام میں تشریف لیگئے تو دادا مرحوم ساتھ تھے وہ فرماتے تھے کہ مولانا کا لوٹ جب آسام پہونچا

توو ہاں کی حالت اس درجہ خستہ وخراب تھی کہ کوئی ان کو ظاہری شکل دیکھکر
مسلمان نہ سمجھ سکتا تھا لباس و پوشاک شرعی تو دُور رہے ستر پوشی کا بھی
خیال نہ تھا اکثر ننگے اور کچھ لنگوٹی میں بسر کرتے تھے مولانا مرحوم نے وہاں
ایک مدت قیام کر کے بعض اہل تمیز کے ذریعہ آہستہ آہستہ لوگوں کو بلا کر پہلے
ایک ایک کپڑا ستر پوشی کے لئے اور ایک ایک ٹوپی اُن کو دیا جس سے
وہ متاثر اور خوش ہو کر مانوس ہوئے تب مولانا نے آدمی ڈھاکہ بھیجکر چار ہزار
لُنگیاں اور کچھ کپڑوں کے تھان منگوا کر لوگوں کو تقسیم فرمایا پھر تو لباس کیساتھ
اُن لوگوں کو اُنس پیدا ہو گیا، یہ کہکر راوی نے ایک انگریزی کتاب نکال کر
مجھکو سنایا کہ فلاں انگریز لکھتا ہے کہ جون پور کے مولانا کرامت علی صاحب نے
آسام و بنگال کے لوگوں کو مسلمان ہی نہیں بنایا بلکہ لباس اور پوشاک کا
رواج دیکر عموماً غیر مسلموں کو بھی انسان بنا دیا اب غیر مسلم لوگ بھی اپنے
آپ کو بنی آدم اور انسان کہنے کا مستحق خیال کرتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ
آپ کا اسوہ حسنہ دیکھکر اور مواعظ حسنہ سنکر لاکھوں غیر مسلم صداقت اسلام
کے قائل ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔ سیرت سید احمد شہیدؒ کے مصنف نے بھی
مولانا مرحوم کی اس خدمت کو اس طرح سراہا ہے۔

صرف مولوی کرامت علیؒ صاحبؒ جون پوری کی کوششوں
سے جو آپ کے (سید صاحبؒ کے) مشہور خلیفہ تھے بنگال میں

لاکھوں آدمی مشرف باسلام ہوئے۔ (سیرت سید احمد شہیدؒ ج۲)
مولانا جونپوری کی انتھک کوششوں کا یہ ثمرہ ہے کہ آج ہزاروں مسلم
خاندان بنگال و آسام کے گوشہ گوشہ میں آباد ہیں اور بنگال کی مسلم
اکثریت کا سبب بنے ہوئے ہیں اور حقیقت امر یہ ہے کہ مشرقی بنگال
کی مسلم اکثریت کا وجود بھی مولانا ہی کے فیوض و برکات کا نتیجہ ہے۔

جون پور کو واپسی

حضرت مولانا مرحوم نے اپنے اس سفر کو پورے اٹھارہ سال کے
بعد آسام پہونچکر ختم کیا اور اپنے اہل و عیال کو لے کر اپنے مکان
واقع جونپور پہونچے اور اپنے والد ماجد سے سلام مسنون اور مصافحہ و
معانقہ کر کے دولت دیدار سے مشرف ہوئے مولانا کے والد مکرم مولوی
ابو ابراہیم شیخ امام بخش مرحوم بالکل تندرست اور اپنے کام میں لگے ہوئے تھے
انھوں نے حاضرین سے فرمایا کہ بعض لوگوں کو تعجب تھا کہ حضرت سید صاحبؒ نے اول
ہی ہفتہ کے گذر جانے پر مولوی صاحبؒ سے (مولانا کرامت علی صاحبؒ کی طرف اشارہ ہے) کہدیا
تھا کہ کام ہو گیا اور اب ہدایت کے کام میں لگ جاؤ پھر اٹھارہ یوم کے بعد اجازت
و خلافت بھی عطا فرما کر رخصت فرمایا اور پھر جہاد میں جانے وقت انکو
صوبہ بنگال کی تبلیغ کا کام سپرد فرمایا اور وہ ان کے ارشاد کے

موافق کاربند ہوئے اب بتلاؤ کہ یہ اُن کا سفر کتنے دنوں کا ہوا اور کتنے دنوں کے بعد واپس ہوکر حاضرین سے ملے سبھوں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا پورے اٹھارہ سال کے بعد تشریف لائے اور خدا کے فضل و کرم سے عیال واطفال کی ایک جماعت ماشاء اللہ ساتھ لیکر آئے مولانا کے والد مرحوم نے فرمایا اب دیکھو حضرت سید صاحبؒ کے فیوض و برکات اثر کہ انکی صحبت کا ایک ایک دن ایک ایک سال کی تبلیغی قوت رکھتا ہے، جو مشاہدہ ہے، تمام احباب و مخلصین مجھ سے فرمائش کرتے تھے کہ تم مولوی صاحب کو لکھو کہ مدتیں گذر گئیں اور گذرتی جارہی ہیں آپ جونپور والوں کو بھول گئے اطراف وجوانب کے مریدین اُمید و یاس کے عالم میں منتظر ہیں مگر میں نے کبھی اُن کو سفر کے انقطاع کا حکم نہیں لکھا۔ جب مولانا مرحوم عرصہ اٹھارہ سال کے بعد جونپور واپس آئے تو ہر طرف سے مریدین و معتقدین کا ہجوم ہونے لگا اور اطراف شہر اور دوسرے اضلاع مثلاً اعظم گڈھ غازیپور، فیض آباد، سلطانپور کا سفر اختیار فرمایا اور ان اضلاع میں تبلیغی خدمت کو کماحقہ انجام دیا۔ اس سفر بنگال کے بعد بھی مولانا نے اسی طرح تین چار بار بنگال کا طویل سفر مع اہل وعیال کے کیا اور خدا کے فضل و کرم سے ہر بار مولانا اپنے نیک مقصد، اشاعت اسلام میں ہر طرح کامیاب رہے اور ہدایت کی روشنی دن بدن تیز ہوتی رہی۔ تاریخی

مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا کی تبلیغی جد وجہد اور سیاحت بنگال کا سلسلہ اکاؤن برس تک جاری رہا۔ بنگال جانے سے قبل بھی اضلاع یوپی میں آپ نے دینی خدمات انجام دیں۔ مواعظ کیساتھ ساتھ تالیف و تصنیف کا کام بھی انجام دیا

جونپور کے پرانے لوگوں سے معلوم ہوا کہ اکثر یہ مولانا مشرقی بنگال سے بذریعہ بوٹ اہل وعیال کو لیکر جونپور تشریف لائے اور دریائی راستہ جو بہت طویل دوراز دشوار گذار تھا طے کرتے ہوئے صوبہ بہار سے گذرے اور اس صوبہ کے اضلاع کو بھی مواعظ حسنہ سے مشرف فرمایا ممکن ہے پٹنہ میں مولوی ابوالحسن سے اسی سفر میں مباحثہ ہوا ہو۔ باشندگان جونپور کے لئے بوٹ عجیب چیز تھی اس کے پہلے کسی نے اسکو نہ دیکھا تھا جس وقت بوٹ جونپور پہنچا تو دُور دُور سے مسلم و غیر مسلم اسکو دیکھنے آتے ہر وقت مجمع لگا رہتا تھا اس عجیب چیز کو دیکھکر لوگ محظوظ ہوتے۔

ولادت حضرت مولانا عبدالاول صاحبؒ

حضرت مولانا مرحوم سیاحت بنگال کے دوران میں کبھی کبھی اعزا و اقربا سے ملنے جونپور تشریف لاتے اور بغرض اصلاح حال اہل شہر کی بھی خبر لیتے اور ان سے ملتے اس سلسلہ میں اہل شہر کی آرزو بھی پوری ہوتی۔ علاوہ اسکے اعظم گڈھ غازیپور، فیض آباد، سلطانپور، مرزاپور، لکھنؤ کے مریدین و مخلصوں کے شوق و طلب پر ان اضلاع میں جاکر وعظ و نصائح فرماتے چنانچہ ۱۲۸۰؁ھ کے قبل جب آپ کا جونپور آنا ہوا تو عرصہ دراز تک شہر و اطراف کے لوگوں کی کشش اور محبت کے سبب صوبہ بنگال تشریف لیجانے کا موقع نہ ملا۔ صوبہ یوپی ہی میں ہدایت و مواعظ کا سلسلہ جاری رہا اور بہت سے نئے لوگ حلقۂ ارادت و بیعت میں داخل ہو کر اسرار سلوک و تصوف حاصل کر رہے تھے کہ اس دوران میں مریدین و معتقدین بنگال کے برابر خطوط، حضرت مولانا کے بنگال تشریف لیجانے کے بارہ میں آتے رہتے، بنگال کے محبین و متوسلین کی استدعا اور خواہش پر حضرت مولانا تقریباً ۱۲۸۰؁ھ میں عازم بنگال ہوئے۔ کلکتہ پہنچکر چند دن وہاں قیام فرمایا پھر اضلاع بنگال کے مختلف مقامات طے کرتے ہوئے ۱۲۸۳؁ھ میں جزیرہ سندیپ[۱] ضلع نواکھالی میں تشریف لائے تو

[۱] سمندر کے بیچ میں یہ ایک وسیع جزیرہ ہے۔

وہاں ۱۲۸۳؁ھ بروز چہارشنبہ بوقت عصر بوٹ پر حضرت مولانا عبدالاول صاحبؒ پیدا ہوئے۔

جناب مولانا مصلح الدین احمد صاحب جونپوری مرحوم مغفور فرماتے تھے کہ ولادت کے بعد جب حضرت مولانا نے اپنے فرزند ارجمند کو دیکھا تو ازراہ فراست فرمایا کہ یہ لڑکا صاحب قلم ہوگا۔ اور نام عبدالاول رکھا چنانچہ حضرت مولانا مغفور کا ارشاد صادق آیا کہ مولانا عبدالاول صاحب کو ابتدا سے نوشت و خواند کے ساتھ خاص دلچسپی اور مناسبت تھی اور بعد تحصیل علم کے صاحب تصانیف کثیرہ ہوئے اور آخر عمر تک قلم ہاتھ سے نہیں رکھا۔ علوم درسیہ سے فارغ ہو کر آخر عمر تک تالیف و تصنیف کے کاموں میں مشغول رہے آپ کی تصانیف کا شمار ایکسو بیس ۱۲۰ کتابوں تک پہونچتا ہے۔ آپ کی تصانیف ایسی بلند پایہ اور لائق استفادہ ہیں کہ مدرسوں کے نصاب درس میں داخل ہیں، آپ نے جس قدر کتابیں لکھیں وہ سب دینی و درسی ضروریات کیلئے ہیں۔

آپ تلاوت قرآن پاک و کتب دینی اور تالیف و تصنیف کو اپنا مقصد حیات سمجھتے تھے انتقال سے چند ماہ قبل جلالین شریف کا ایک مکمل مبسوط حاشیہ لکھنے کی تیاری میں تھے اور تمام انتظامات مکمل فرما چکے تھے کہ سفر بنگال درپیش ہوا۔ متوسلین کے اصرار و درخواست پر آپ انیس ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۲۹؁ھ یوم شنبہ کو مکان سے جانب فریدپور (مشرقی بنگال) روانہ ہوئے

اور بعد عید الفطر آپ پر اچانک فالج کا حملہ ہوا جس سے سخت علیل ہو
اور آپ کی حالت دن بدن ابتر ہوتی گئی بغرض علاج یا بکشش خاک گور
آپ کلکتہ لائے گئے اور وہیں شب شنبہ ۱۲ر شوال ۱۳۳۹ھ کو داعی اجل کو
لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مزار آپ کا مانک تلہ عبدالرحمن خانصاحب
کے باغ میں ہے جو کہ زیارت گاہ عامہ مومنین ہے آپ کی وفات پر ایک
صاحب ذوق بزرگ مولانا عبداللہ کشمیری[1] کے دل پر تاریخ وفات کی یہ
آیت قرآنی منکشف ہوئی۔ فَلَهٗ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۱۳۳۹ھ —— آپ نے
پچپن ۵۵ برس کی عمر پائی اس قلیل عمر میں آپ نے جس قدر دینی خدمتیں انجام
دی ہیں وہ آپ کی کرامت شمار کی جا سکتی ہیں اس قلیل مدت میں تحصیل علم
سے فارغ ہو کر تینتیس ۳۳ برس تک تبلیغ اسلام کرنا اور فرقہ باطلہ سے صدہا
مباحثے کر کے ان کو راہ حق پر لانا، عربی مدارس اور تجوید و حفظ قرآن کے
کثرت سے مدرسوں کو قائم کرنا، اور ساتھ ہی ساتھ ایک سو بیس ۱۲۰ کتابوں کا
تصنیف کرنا، اس قلیل مدت میں سوائے کرامت کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔
آپ کی سوانحعمری حضرت مولانا ابو البشر مرحوم نے مرتب فرمائی جو ضروری
اضافہ کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ہدیہ ناظرین ہوگی۔

[1] مولانا عبداللہ صاحب باشندہ سری نگر (کشمیر) حضرت مولانا عبد الاول صاحب
کے ذی علم خلیفہ ہیں۔

وفات حضرت مولانا مرحوم

بنگال کے مختلف اضلاع کا دورہ فرماتے ہوئے جب سنہ ۱۲۹۰ھ
میں حضرت مولانا مرحوم رنگپور پہونچے تو وہاں ایک بددین اور بدعتی شخص
سے کچھ جھگڑا درپیش ہو گیا جب نزاع زیادہ بڑھی تو رفع نزاع اور فیصلہ
کے لیے مناظرہ کی مجلس قرار پائی اور تاریخ متعین ہوئی۔ اتفاق سے تاریخ
مناظرہ سے پہلے حضرت مولانا کو بخار شروع ہوا اور تاریخ معینہ پر بوجہ ضعف
ونقاہت مقام مناظرہ پر جانے سے معذور رہے اس وقت آپ کے حقیقی
بھتیجے اور داماد مولانا مصلح الدین احمد صاحب مرحوم موجود تھے آپ نے
حاضرین سے فرمایا کہ میاں مصلح الدین کو بلاؤ۔ اُس وقت تک مولانا
مصلح الدین مرحوم درسیات عربیہ کے بالکل ابتدائی درجہ پڑھتے البتہ فارسی
کا درس تمام فرما چکے تھے۔ جب وہ حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر
ہوئے تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ میاں مصلح الدین آج مناظرہ کی تاریخ
ہے اور میں بوجہ بخار اور ضعف کے نقل و حرکت سے معذور ہوں تم فلاں
فلاں کتابوں کے فلاں صفحات کو نکالو اور ان مقامات کو دیکھو اور مجھ سے
خلاصہ ان مضامین کا سن کر سمجھ لو پھر جا کر مناظرہ کر کے چلے آؤ۔ عرض کیا کہ
حضرت باوجود میری کم علمی اور بے بضاعتی کے ایسے مشکل کام کے لیے

مجھے ارشاد فرماتے ہیں۔ فرمایا ہاں میں حکم دیتا ہوں تم خدا کے بھروسہ پر جاؤ اور مناظرہ کرو خدا تمہاری مدد کرے گا۔ یہ حکم پاکر مولانا مصلح الدین صاحب مقام مناظرہ میں تشریف لے گئے۔ جب گفتگو شروع ہوئی تو جواب کے لئے مولانا کو ذرا بھی تردد نہ ہوا کیونکہ تمام اعتراضات اور سوالات کے جوابات وہی تھے جو اپنے مرشد اور چچا صاحب سے سمجھ کر آئے تھے غرض نہایت جوش دہشت کیساتھ گفتگو کر کے مناظرہ میں فتح یاب ہو کر واپس ہوئے۔ ادھر حضرت مولانا کی علالت ممتد ہو کر بعض آثار سے معلوم ہوا کہ عنقریب دار الفنا سے دار البقا کی جانب تشریف لیجانے والے ہیں۔ مرض بڑھتا ہی گیا۔ اور وہ وقت بھی آگیا جس سے ہر شخص کو گذرنا پڑتا ہے۔

جو آفتاب ہدایت ۱۰ محرم الحرام سنہ ۱۲۱۵ھ کے مبارک دن شہر جونپور میں طلوع ہوا تھا وہ اپنے نور کو ہر چہار طرف پھیلا کر اور اپنے متبرک کام کو درجہ تکمیل تک پہنچا کر ۲ ربیع الثانی سنہ ۱۲۹۰ھ جمعہ کے مبارک دن صبح صادق کے وقت کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے خاک رنگپور میں غروب ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مزار مقدس آپ کا رنگپور (مشرقی پاکستان) محلہ منشی پاڑہ کی جامع مسجد کے وسط میں ہے جو کہ عام زیارت گاہ خلائق ہے دور دراز مقاموں کے لوگ روزانہ زیارت کو آتے ہیں اور آپ کی روحانی فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں آپ کے انتقال کے

ایک ماہ بعد آپ کی زوجہ محترمہ (والدہ صاحبہ مولانا عبدالاول صاحبؒ) کا بھی انتقال وہیں ہوا دونوں خوش قسمت بزرگوں کا مزار ایک ہی جگہ ہم پہلو ہے انتقال کے وقت آپ کے بال بچے ہمراہ تھے آپ کے بیٹے شاہ محمد عمرؒ عرف بڑے میاں اور علامہ مولانا عبدالاول صاحبؒ دونوں کم عمر تھے دو بیٹی اور داماد مولانا مصلح الدین صاحب مرحوم بھی ہمراہ تھے غرضکہ قافلہ کے کل افراد اس وقت موجود تھے۔ جبکہ سالار قافلہ خود چل بسا تو قافلہ والوں کا کوچ کرنا بھی ضروری ہوا، حضرت مولانا کے لائق داماد مولانا مصلح الدین مرحوم اس غمزدہ قافلہ کو لیکر رنگپور سے جانب جونپور روانہ ہوئے۔ اس طرح مولانا کی ہدایت کا دور بخیر و خوبی ختم ہوا۔

حضرت مولانا نے پچہتر سال کی عمر پائی اس پچہتر سالہ زندگی میں علاوہ دورہ تبلیغ اور دعوت اسلام کے آپ نے تالیف و تصنیف و تدریس کا بہت اہم کام بھی انجام دیا۔ آپ نے اپنی یادگار میں صاحب علم اولاد، بیش قیمت تصانیف، اور حق پرست خلفاء کو چھوڑا۔ آپ کی تصانیف کی فہرست، آپ کی اولاد کا ذکر، اور اُن خلفاء کے نام جنھوں نے حضرت مولانا کی نیابت میں بنگال میں تبلیغی خدمات انجام دیں اس سیرت کے آخر میں درج کئے جائیں گے۔

علی سے کرامت علی ہونے کا سبب

حضرتِ مولانا کا اصل نام "علی" تھا۔ چنانچہ آپ کی تصانیف میں "علی جونپوری" اور بعض کتابوں میں "علی جونپوری مشہور کرامت علی" لکھا ہوا نظر آئے گا، علی کیساتھ لفظ "کرامت" کے اضافہ کا سبب آپ سے بکثرت کرامتوں اور فوق العادات احوال کا صادر ہوتا تھا، بعد میں یہی لفظ آپ کے نام کا جزو بن گیا اور علی کے بجائے کرامت علی مشہور ہو گیا۔ جس دور میں آپ نے دعوت اسلام اور ہدایت کے بار کو سنبھالا وہ دور اوہام پرستی کا دور تھا وہ دور اس بات کا مقتضی تھا کہ اُس زمانہ کے ہادی میں منجملہ تمام کمالات علمیہ کے اُن سے کرامتوں اور حیرت میں ڈالنے والے احوال کا بھی ظہور ہو چنانچہ اقتضاء زمانہ کے لحاظ کر قدرت خداوندی نے اس چیز کا سامان بھی مولانا کی ذات میں ودیعت فرما دیا، آگے چل کر یہی کرامتیں مولانا کی ہدایت کے کاموں میں بہت بڑی معاون ثابت ہوئیں۔

حضرت مولانا کا ماحول اور گرد وپیش کے حالات اس چیز کے متقاضی تھے خصوصاً بنگال و آسام کہ وہاں اسوقت جادو ٹونہ کا بہت زیادہ چرچا تھا خلاف شرع پیروں، بازی گر فقیروں کا اس وقت زور تھا شعبدہ بازی جادوگری، جوگیوں کے استدراج و نظر بندی کو کمال بزرگی سمجھا جاتا تھا

[ب]دکاروں کے خلاف عادت افعال کو دیکھکر لوگ اُن کو ولی کامل اور [ب]درسیدہ بزرگ سمجھتے تھے اور عام طبیعت کا میلان بھی اسی طرح کی [ح]رکتوں کی طرف ہوتا تھا اس لئے اُس زمانہ میں ایسے ہادی کی ضرورت تھی [ج]و صاحب کرامت بھی ہو۔ تاکہ اُن کے دجل و فریب کی پوری بیخ کنی کرسکے اور دنیا کو اُن شعبدہ بازوں سے بچا سکے چنانچہ اس زمانہ میں مرض جس [ن]وع کا تھا تریاق بھی ویسا ہی مہیا کیا گیا حکمت خداوندی نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق ایک ایسا مکمل اور جامع ہادی بھیجا جس سے خرق عادت اور کرامت کا کثرت سے وقوع ہوا۔

عادۃ اللہ اس طرح جاری ہے کہ ہر نبیؑ کو اس کے زمانہ کے لوگوں کی ذہنیت اور طبعی رجحان کے مطابق معجزہ عطا کیا گیا چنانچہ ہر نبیؑ کا [م]احول خود اُس کو معجزہ عطا کئے جانے کا تعین کرتا تھا جس طرح حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر اور جادوگری کا زور تھا کہ وہ لوگ سانپ و بچھو بنا کر لوگوں کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیتے تھے اور اس جادوگری کو کمال سمجھا جاتا تھا تو حضرت موسیٰؑ کو بھی ایسا ہی ہم مثل معجزہ عصائے موسوی عطا فرمایا گیا جو سب پر غالب آیا چنانچہ ساحران فرعون جس وقت مقابلہ پر آئے اور اپنے جادو کے زور سے سانپ بچھو بنا کر دکھلایا تو عصائے موسوی نے بھی اشارہ پا کر سب سے بڑا اژدہا بن کر

جادوگروں کے شعبدوں کو نگل گیا اور اس ہم مثل معجزہ کا سب سے زیادہ اثر انہیں جادوگروں پر ہوا کہ سب کے سب اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

اسی طرح حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب کا چرچا زیادہ تھا اور اسی کو لوگ درجہ کمال سمجھتے تھے تو خدائے حکیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو احیاء موتیٰ کا معجزہ عطا فرمایا جس کا درجہ شفاء مرضا سے بڑھا ہوا تھا۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت کا زور پورے عروج پر تھا اس وقت معیار کمال، زیادہ فصیح ہونا تھا چنانچہ عربی دلوں پر اسی شخص کی حکومت ہوتی جو سب سے بڑا بلیغ و فصیح ہوتا تو حکیم مطلق نے اپنے نبی امی روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی معجزہ عنایت فرمایا جس نے سارے عرب کی فصاحت پر پانی پھیر دیا وہ معجزہ پاک قرآن حکیم ہے جس کی ایک مختصر سورہ کا ہم مثل سارے فصحاء عرب مل کر بھی نہ لاسکے آپ کی خداداد فصاحت کا یہ عالم تھا کہ حضرت جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک جملہ پر وہ ششدر و حیران رہ جاتے۔

ٹھیک اسی طرح صوبہ بنگال کی حالت تھی کہ یہ صوبہ بازی گر فقیروں، شعبدہ باز پیروں، جوگیوں اور نظر بندی کے عاملوں اور جادوگروں کا مرکز و مرجع بنا ہوا تھا عوام امتیاز اور بزرگ ترین ہستیوں میں ایسی ہی چیزوں کے متلاشی تھے اس لئے اس صوبہ میں ایک ایسے مکمل ہادی کی ضرورت

ضرورت تھی جو واعظانہ اور معلمانہ اوصاف کے ساتھ صاحب کرامت بھی ہو تاکہ اس زمانہ کا صحیح معنوں میں مصلح بن سکے اور لوگوں کی مسموم ذہنیت کا کماحقہ علاج کر سکے اور بیمار بھی اپنے سچے طبیب کو دیکھکر مانوس ہو اگر خرق عادت کرامت دیکھکر قوم کا سدھرنا ممکن ہے تو اس چیز کا بھی سامان وہاں موجود ہے چونکہ حضرت مولانا بنگال کے ہادی بننے والے تھے اس لئے خدائے حکیم نے آپ کو فوق العادت احوال کی نعمت سے فائز فرمایا اور کثرت صدور کرامت کے سبب آپ کا اسم گرامی علی سے "کرامت علی" ہو گیا۔

آپ کی ایک ظاہری کرامت

حضرت مولانا کی کرامتوں کی تعداد ہزارہا ہے اور بہتوں کے سینوں میں محفوظ ہے جن کے جمع و ترتیب کے لئے مستقل دفتر کی ضرورت ہے۔ آپ نے خود کو جس کام کے لئے وقف کیا تھا اس کی مناسبت و رعایت سے آپ کی سب سے بڑی کرامت آپ کی ٹھوس اور پائیدار ہدایت کا اس وقت تک اپنے اصلی رنگ میں باقی رہنا ہے۔ نیز یہ کہ بنگال و آسام کے جس جس خطہ کا مولانا نے دورہ فرمایا اور جس جس ضلع و قریہ میں مولانا کے پاک قدم پہونچے وہاں کے لوگوں کی طرز معاشرت سماجی زندگی اسلامی سانچہ میں ڈھلی ہوئی نظر آئے گی وہاں کے عوام کو پہلی

نظر ہیں دیکھکر آپ اُن کو کم از کم مسلمان ضرور کہیں گے بخلاف اُس خطہ کے
جہاں مولانا کے قدم مبارک نہیں پہونچے وہاں کے لوگوں میں دینداری
مفقود ہوگی، اُن کی طرز زندگی، چال چلن رہن سہن، لباس و شکل دیکھکر
آپ کو اُن کے مسلمان ہونے میں شبہہ ہوگا چنانچہ آپ کو مغربی بنگال اور
مشرقی بنگال کے مسلمانوں میں زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا ان دونوں
حصوں کے مسلمانوں کی شکل و شباہت لباس و عادات میں بہت بڑا ظاہری
فرق نظر آئے گا یہی حال عقیدہ و عمل کا ہے۔ جن حضرات کو مغربی و
مشرقی بنگال کے عوام سے ملنے یا ان کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا ہوگا وہ
میری تحریر کی پر زور تائید فرمائیں گے۔ حضرت مولانا نے مشرقی بنگال کو اپنی
تبلیغی مہم کے لئے منتخب فرمایا کیونکہ اُس وقت مشرقی بنگال جہالت، و
گمراہی کا مرکز تھا۔ الحمد للہ کہ آج مولانا کی بدولت مشرقی بنگال اسلامی
مرکز بننے کا اہل ہے اور اس وقت مرکزیت کا درجہ اسکو حاصل بھی ہے
بخلاف اس کے آپ مغربی بنگال کے شہروں اور دیہاتوں میں جا کر
سیر کریں اور وہاں کے مسلمانوں کے عمل و عقیدہ، طرز معاشرت، ظاہری
شکل و لباس اور اخلاق کا مطالعہ کریں تو آپ کے لئے ایام جاہلیت
کی یاد تازہ ہو جائے گی سب سے پہلی چیز جو مغربی بنگال کے عام مسلمانوں
میں آپ کو غیر اسلامی نظر آئے گی وہ ٹوپی کا نہ پہننا ہے اور ہندوانہ طرز سے

دھوتی کا چھا کا استعمال ہے بعض داڑھی مونچھ والے مسلمان ملیں گے مگر
ننگے سر، یہی حال بردوان سے لیکر گوالنڈو گھاٹ تک نظر آئے گا۔ بعض
صاحب دل حضرات کا کہنا ہے کہ مغربی و مشرقی بنگال کے اس فرق میں
حضرت مولانا کے وجود مسعود کو بڑا دخل ہے۔ حضرت مولانا کی یہ بڑی کرامت
ہے کہ آج مشرقی بنگال کی دینی حالت قابل اطمینان ہے یہاں بکثرت
مدرسے آباد مسجدیں باعمل علماء، نیک سیرت مسلمان اور مہمان نواز عوام
شہر و دیہات سب جگہ ملیں گے۔

حلیہ شریف

حضرت مولانا دراز قد تھے، آنکھیں بڑی بڑی، پیشانی کشادہ، چہرہ
لانبا تھا، ناک اونچی، پتلے پتلے ہونٹھ، داڑھی لانبی، سر کے بال سیدھے
کانوں کی لو تک تھے آپ داڑھی اور سر کے بالوں میں مہندی کا خضاب
کیا کرتے آپ کا بدن اکہرا تھا، آپ بڑے تیز رو تھے، اور آپ ہفت قلم
اور اعلیٰ درجہ کے خوشنویس تھے آپنے اپنے دست مبارک سے بہت سے
قرآن شریف بے مثل لکھے ہیں اور بہت سی عربی فارسی اردو کی کتابیں
اور وصلیاں آپ کی لکھی ہوئی موجود ہیں۔

عادات وخصائل

حضرت مولانا کے مزاج میں حرارت اسلامی اور جوش ایمانی پلے درجہ کا
تھا آپ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے۔ بعد تہجد صبح
تک آپ ذکر خدا میں مشغول رہا کرتے تھے صبح کے بعد اشراق تک آپ مع
اپنے مریدین کے مراقبہ کرتے آپ کے حلقہ میں بہت لوگ بیٹھا کرتے تھے۔
اس کے بعد طلبار کو قرآن شریف باتجوید وقرات پڑھایا کرتے تھے اس کے بعد
چائے پی کر تصانیف کے شغل میں مصروف رہا کرتے تھے۔ اور کھانا
کھانے کے بعد دوپہر کو آپ قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ ظہر کی نماز موافق مذہب
حنفی کے اول وقت میں اور عشا کی نماز کچھ تاخیر کر کے ادا کرتے تھے۔ اور
آپ ہمیشہ نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں جاکر ادا فرمایا کرتے تھے اور عشاء کے
بعد کھانا کھا کر کتابوں کی تصنیف و کتب بینی میں مصروف رہا کرتے۔ آپ
رات کو بہت کم سوتے تھے اور تھوڑی دیر استراحت فرما کر تہجد کی نماز کے
واسطے بیدار ہوا کرتے تھے۔ اور آپ اکثر باوضو رہا کرتے تھے۔ آپ سنت
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بڑے پابند تھے یہانتک کہ
مسواک قبل وضو پنج وقتہ کیا کرتے۔ اور پابند کلوخ تھے۔ عمامہ ہمیشہ
باندھتے تھے، پائجامہ اونچا پہنتے تھے، موزہ کا استعمال کبھی نہیں کیا،

ہاتھوں میں ہر وقت تسبیح رکھتے اور پڑھتے تھے آپ کو پان سے بہت
شوق تھا اور حقہ سے نفرت تھی اور حقہ کے بارہ میں فرمایا کرتے تھے کہ اس کا
ترک اولیٰ ہے، اور بعد مغرب بھی آپ طلبار کو قرأت مشق کراتے اور علم
قرات میں آپ کے ہزاروں شاگرد تھے آپ سات قرائتوں کے ساتھ
قرآن مجید پڑھا کرتے تھے، ابتدا زمانہ میں آپ درسی کتابوں کو پڑھاتے
اس کے بعد علم تجوید اس کے بعد تعلیم ذکر و مراقبہ۔ آپ کی خوراک
بہت مختصر تھی اور کھانے میں کوئی تکلف نہ تھا قناعت ایسی تھی کہ جو کچھ
سامنے آتا شکر بھیجکر اُسے کھا لیتے۔ آموں سے آپ کو شوق تھا حضرت کی
بڑی پھوپھی صاحبہ فرماتی تھیں کہ آم کی فصل میں آپکے واسطے آم کا انتظام
رہتا جسے آپ کھانا کھانے کے بعد نوش فرماتے جب فصل ختم ہونیوالی ہوتی
تو آم کا حلوہ گھی چینی کی آمیزش سے تیار کیا جاتا آپ اُسے کچھ روز تک
کھاتے۔ آپ کی مہر میں علی جونپوری کھدا ہوا تھا آپ اپنے نام کو اپنی تصانیف
میں یوں لکھا کرتے خاکسار علی جونپوری معروف بہ کرامت علی جونپوری۔
آپ کی روش تحریر عربی کی مثل محدثین کے سادی اور سلیس، عام فہم،
خواص پسند ہوا کرتی تھی چنانچہ ملخص نسیم الحرمین، براہین قاطعہ، میلاد
خیر البریہ وغیرہ دیکھنے سے معلوم ہوگا۔

ذکر اسناد مولانا مرحوم

حضرات محدثین و قُرا، قرآن پاک اور مشائخِ طریقت کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا کہ وہ اپنی سند مسلسل کو محفوظ رکھتے ہیں اس ضروری یادداشت میں اعتماد و برکت دونوں طرح کا فائدہ مضمر ہے۔ چنانچہ محدثین و قُرا اپنے شاگردوں کو اور مشائخ طریقت اپنے مریدوں کو بعد تکمیل و تحصیل۔ سند مسلسل مرحمت فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا جونپوری نے مشائخ طریقت کے سلسلہ کی سند جو اُنکو اپنے شیخ سے حاصل تھی اپنے خلافت نامہ و شجرہ کے ضمن میں متعدد بار چھاپکر شایع فرمادیا ہی اسی طرح مولانا کو حدیث اور سماعت قرآن پاک میں بھی سند مسلسل اُستادوں سی حاصل تھی۔ جسکا مفصل حال مع استادوں کے نام کے "ذخیرۂ کرامت" حصہ اول، رسالہ "مکاشفات رحمت" میں درج فرمادیا ہے۔

مولانا کو سند حدیث حضرت مولانا احمد اللہ بن دلیل اللہ صدیقی اونامی سی حاصل ہوئی اور امام ترمذیؒ تک کل محدثین کا نام مولانا نے ترتیب وار تحریر فرمادیا ہی اور امام ترمذیؒ سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک محدثین کا ذکر امام ترمذی کی کتابوں میں بالتفصیل درج ہی واضح رہے کہ مولانا اور امام ترمذی کے درمیان میں اٹھارہ واسطہ ہے۔

اسی طرح سماعت قرآن پاک کی سند بھی مولانا احمد اللہ اونامی سی شروع ہوکر حضرت اُبی بن کعبؓ پر ختم ہوتی ہے، حضرت اُبی بن کعبؓ کو سماعت

قرآن کا شرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل تھا۔

سماعت قرآن میں مولانا مرحوم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک درمیان میں تینتیس[۳۳] واسطہ ہے۔

طریقہ چشتیہ میں مولانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چونتیس[۳۴] واسطہ ہے۔

طریقہ قادریہ میں چھتیس[۳۶] واسطہ ہے۔

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں چونتیس واسطہ ہے۔

اسی طرح مولانا کے سلسلۂ نسب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پینتیس[۳۵] واسطہ ہے۔
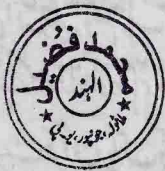
حضرت سید صاحبؒ کے فضائل میں مولانا کے ارشادات

حضرت مولانا نے اپنی تصانیف میں حضرت سید صاحب بریلویؒ کے فضائل و مرتبہ کے بارہ میں بہت کچھ تحریر فرمایا ہے ان بے شمار فضائل کے چند کو تبرکاً ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ اس سے آپ کو حضرت سید صاحبؒ کے بلند مرتبہ اور اعلیٰ شخصیت کا اندازہ ہوگا نیز یہ کہ مولانا کو اپنے مرشد کامل کیساتھ کس قدر محبت و شغف تھا مولانا حضرت سید صاحبؒ کو مجدد زمانہ کہتے تھے ذیل کے ارشادات میں اس مسئلہ پر بھی روشنی پڑیگی فرماتے ہیں۔

جب دین میں طرح طرح کے فساد ظاہر ہوتے ہیں تب اللہ تعالیٰ دین کے تازہ کرنے کے واسطے ایک شخص کو پیدا کرتا ہے اور اُس کے اعوان اور مددگار بہت سے ہوتے ہیں۔ سو اس وقت کے مجدد، صاحب طریقہ حضرت امیر المومنین سید احمد قدس سرہٗ ہوئے اور انھوں نے دین کو تازہ کیا۔

(نور علیٰ نور)

دوسرے مقام میں فرماتے ہیں۔

مرشد برحق نے حضرت مجدد الف ثانی کے قدم بقدم چل کے

اس طریقہ کے انوار کو بھی حاصل کیا یہاں تک کہ حق سبحانہٗ نے اُن کو بھی مجدد صاحب طریقہ کیا اور اُن کا طریقہ نور سے معمور ہو گیا۔

(نور علیٰ نور)

حضرت مولانا ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ایک روز اس عاجز مسکین نے حضرت عالم ربانی مولانا عبدالحی[1] رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ آپ جو اس قدر میاں صاحب[2] سے اعتقاد رکھتے ہیں اور روپئے پیسے کپڑے وغیرہ دنیاوی چیزوں کو چھوڑ کے میاں صاحب کی صحبت اختیار کئے ہیں اور آپکے بدن پہ جو کپڑا ہے اُس کے سوا آپکے پاس کہیں کپڑا بھی نہیں اور آپ جب میاں صاحب کے روبرو بات کرتے ہیں تو ترساں اور لرزاں رہا کرتے ہیں تو للہ آپ ہم سے سچ بیان کیجئے کہ آپ نے میاں صاحب سے کیا پایا جو اپنا حال ایسا بنایا تب مولانا مغفور نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں سچ بیان کروں گا۔ سنو میرا یہ حال تھا کہ میں سلوک الی اللہ اور مشاہدہ حاصل ہونے کا بڑا مشتاق تھا۔ تب میں نے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ مجھکو آپ سلوک الی اللہ تعلیم کیجئے اور اس کے قبل میں بہت سی ہندی اور ولایتی

[1] آپ حضرت سید صاحبؒ کے اجل خلفاء سے تھے [2] حضرت سید صاحب کو معتقدین میاں صاحب کہتے تھے۔

مرشدوں سے توجہ لے چکا تھا مگر میرا مقصود حاصل نہوا تھا
تب آپ نے مجھکو حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ کے پاس بھیجا
وہاں بھی چند روز توجہ لیتا رہا مگر میرا مقصد حاصل نہوا تب میں نے
حضرت مولانا سے پھر عرض کیا کہ یہ خادم حضور کے توجہ کا محتاج
ہے اور حضور دوسرے مقام میں بھیجتے ہیں ہم کو آپ خود تعلیم
کیجیے۔ تب حضرت مولانا نے فرمایا کہ میاں میں بہت بڈھا اور
کمزور ہوا اور مجھ میں بہت دیر تک بیٹھنے کی طاقت نہیں یہ مقصد
تمہارا میر احمد[۱] صاحب سے حاصل ہوگا تم اُن سے بیعت کرو
تب اس جناب کا یہ فرمانا مجھکو بہت شاق گذرا اور میں
ناراض ہو کے چپ رہا پھر کئی بار اور بھی عرض کیا وہی جواب پایا
آخر کو بعد چند روز کے یہ واقعہ درپیش ہوا کہ میں اور حضرت
میاں صاحب اور میاں محمد اسمٰعیل مدرسہ کے ایک ہی مکان
میں رہا کرتا تھا۔ ایک شب کو بعد عشاء کے جب ہم تینوں شخص
پلنگ پر سوئے تب میاں صاحب نے فرمایا کہ مولانا مجھکو
حضرت رب العالمین نے محض اپنے فضل و کرم سے بطور
الہام کے خبر دیا ہے کہ فلانی تاریخ فلانے سفر میں تو جاویگا

[۱] حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ سید صاحبؒ کو میر صاحب کہا کرتے تھے۔

فلانے مقام میں یہ ہوگا فلانے مقام میں وہ ہوگا اور اس قدر لوگ
مرید ہوں گے وعلیٰ ہذا القیاس سب باتیں بیان کیا پھر دوسرے
روز بھی ایسی ہی عجیب و غریب باتیں بیان کیا اسی طرح سے کئی روز
تک مکہ معظمہ کے سفر اور جہاد کے سفر اور جہاد کے واقعات کا بیان
بالتفصیل تمام فرمایا تب ہم نے اور میاں محمد اسمٰعیل نے مشورہ
کیا کہ اگر یہ سب باتیں سچ بیان کرتے ہیں تو بلاشبہہ یہ بہت
بڑے شخص اور قطب ہیں ان سے کچھ فیض لینا بہت ضروری
ہے سو آؤ کسی بات میں ان کا امتحان کریں تب میاں
محمد اسمٰعیل نے کہا کہ آپ ہم سے بڑے ہیں آپ ہی تجویز کرکے
کسی بات میں امتحان کیجیے آخر کو جب پہر رات کو میاں صاحب
نے پکارا کہ مولانا تب ہم نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی بزرگی
میں کچھ شبہہ نہیں مگر ہم کو ان سب باتوں سے کیا فائدہ کچھ ہم کو
عنایت کیجیے تب فرمایا کہ مولانا کیا مانگتے ہو تب ہم نے کہا
کہ حضرت ہم یہی مانگتے ہیں کہ جیسی نماز صحابہ کرام ادا کرتے
تھے ویسی ہی دو رکعت ہم سے ادا ہو یہ کہنا اور میاں صاحب
ایکبارگی خاموش ہو گئے اور اس روز پھر کچھ نہ بولے تب ہم
لوگوں نے جانا کہ فقط یہ زبانی باتیں تھیں اصل باتوں سے

انکو کچھ علاقہ نہیں مگر ہمیشہ کی دوستی اور صحبت کی مروت سے
ہم لوگ کچھ نہ بولے کہ اب شرم دینا کیا ضرور اور چپ کر کے
سو رہے پھر آدھی رات کے کچھ قبل یا بعد حضرت میاں صاحب
نے پکارا مولانا، اس پکارنے سے میرے بدن کے روئیں
کھڑے ہو گئے اور اس جناب سے مجھے بڑا اعتقاد ہو گیا تب
میں نے جواب میں کہا حضرت! تب فرمایا کہ جاؤ اس وقت
اللہ کیواسطے وضو کرو تب پھر میرے بدن کے روئیں کھڑے
ہو گئے میں نے کہا کہ بہت خوب دو تین قدم چلا تھا کہ
پھر پکارا مولانا سُن لو میں پھر کے حضرت کے پاس حاضر ہوا
فرمایا تم نے خوب سمجھا میں نے کہا کہ اللہ کے واسطے
وضو کرو پھر میں نے کہا بہت خوب اور چلا دو تین قدم چلا
تھا کہ پھر پکارا اور اُسی طرح فرمایا اسی طرح تین بار کیا
تیسری بار جا کے میں وضو کرنے لگا تو ایسا حضور دل اور حق سبحانٗہ
کے خوف سے میں نے ادب کیساتھ وضو کیا کہ ایسا وضو کبھی نہ
کیا تھا پھر وضو کر کے حضرت کے حضور میں حاضر ہوا فرمایا جاؤ
اللہ رب العالمین کے واسطے اس وقت دو رکعت نماز
پڑھو تب میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور نماز

کے واسطے چلا دو تین قدم چلا تھا کہ پھر پکارا اور میں حضور میں
حاضر ہوا فرمایا تم نے خوب سمجھا یا نہیں میں نے کہا کہ جاؤ اس
وقت اللہ رب العالمین کیواسطے دو رکعت نماز پڑھو میں نے
کہا کہ بہت خوب اور نماز کیواسطے چلا پھر تیسری بار پکارا اور ویسا
ہی سمجھا دیا تب میں نے ایک گوشہ میں نماز شروع کیا تو تکبیر تحریمہ
کیساتھ ہی ایسا مشاہدہ جلال میں غرق ہوا کہ ہوش باقی نہ
رہا اور اس قدر رویا کہ آنسو سے داڑھی تر ہو گئی اور اس قدر
نماز میں غرق ہو گیا کہ دنیا کی یاد مطلق باقی نہ رہی
اور نہایت خوف اور لذت کے ساتھ میں نے
دو رکعت نماز پڑھی جب دو رکعت پڑھا تو خیال کیا کہ میں نے
سورۂ فاتحہ نہ پڑھا تھا پھر سلام پھیر کے دوبارہ دوسری بار
دو رکعت کی نیت کیا پھر جب پڑھ چکا تو خیال کیا کہ فاتحہ میں
سورہ ضم نہ کیا تھا پھر شروع کیا اسی طرح ہر بار ایک ایک
واجب کے ترک کرنے کا خیال آتا تھا اور نماز کو ناقص سمجھ کے
دہراتا تھا واللہ اعلم سو رکعت یا زیادہ کم پڑھا ہوگا کہ صبح
صادق کا قریب ہوا پھر آخر کو ناچار ہو کے سلام پھیرا اور بہت
شرمندہ ہوا کہ میری استعداد اس طرح کی ناقص ہے کہ دو
رکعت پوری بھی حضور دل کے ساتھ نہ پڑھ سکا اور اتنے بڑے

کامل شخص کو میں نے آزمایا اب اگر وہ پوچھیں کہ تم نے دو رکعت
اللہ کے واسطے پڑھا تو میں کیا جواب دوں گا میں تو حضور دل
کے ساتھ جیسا کہ حق نماز پڑھنے کا ہے ویسا دو رکعت بھی نہ پڑھ
سکا اسی سوچ میں شرم کے دریا میں غرق ہوگیا اور اپنے قصور
کا معترف ہو کے اللہ سبحانہ کے خوف سے استغفر اللہ استغفر اللہ
کہنے شروع کیا جب اذان ہوئی تب مجھکو ہوش ہوا اور
یاد پڑا کہ صحابہ کرامؓ کا یہی حال تھا کہ تمام رات عبادت کرتے
اور پچھلی رات کو استغفار کرتے تھے ان کی شان میں اللہ تعالیٰ
نے فرمایا وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ اور سوچا بلا شبہ
یہ بڑے کامل مرشد ہیں کہ اُن کے کلام سے میرا مقصد پورا ہوا
اور جو نعمت مدت دراز کی محنت میں حاصل نہوئی تھی سو اُن کے
ایک دم کے فرمانے سے حاصل ہوئی پھر میں مسجد میں گیا اور
قبل نماز فجر کے میں نے حضرت میاں صاحب سے بیعت کیا اور
صبح کی نماز کے بعد میاں محمد اسمٰعیل سے میں نے رات کا قصہ
پورا بیان کیا چونکہ وہ مجھکو صادق جانتے تھے اُنہوں نے
بھی حضرت میاں صاحب سے بیعت کیا پھر میں دن کو حضرت
شاہ عبدالعزیز کے پاس گیا اور رات کا قصہ بیان کیا اور انکے

بیعت کرنے کا بیان کیا آپ نے فرمایا بارک اللہ بارک اللہ
خوب کیا میاں میں تم سے اسی واسطے کہا کرتا تھا کیوں میاں
تم نے پیر صاحب کا کمال دیکھا اب میں نے عرض کیا کہ حضرت
میں نے بہت درویشوں کی خدمت کیا اور بہت طریقوں کے
موافق میں نے شغل اور مراقبہ کیا میرا مقصد کبھی حاصل نہ ہوا
حضرت سید صاحب نے ایک بات زبان سے کہدیا اور میں
اپنا دلی مقصد پاگیا حضرت یہ کون طریقہ کہلاتا ہے تب فرمایا
کہ میاں ایسے لوگ کسی طریقہ کے محتاج نہیں ہوتے ایسے
لوگ جو زبان سے کہیں وہی طریقہ ہے ایسے لوگ خود صاحب طریقہ
ہوتے ہیں اور ایسے لوگ طریقہ نکالتے ہیں۔ حضرت مولانا
کے فرمانے سے اور بھی زیادہ مجھکو حضرت میاں صاحب کے
مرشد صاحب طریقہ ہونے کا یقین ہوا اور میرا اعتقاد اور بھی
زیادہ ہوا اس سبب سے میں میاں صاحب کی غلامی میں حاضر
ہوں اور ان کی غلامی کے قابل بھی میں اپنے تئیں نہیں پاتا۔
"مکاشفات رحمت" میں مولانا جونپوری ارشاد فرماتے ہیں۔
حضرت سید صاحب کو خواب میں جناب رسالتمآب صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے تین خرمے ایک ایک

کر کے کھلایا اور جب سید صاحب جاگے تو اُس کا اثر اپنے جی میں پایا اور اسی واقعہ سے سید صاحب کو راہ نبوت کے سلوک کا شروع حاصل ہوا بعد اس کے ایک روز خواب میں جناب ولایت مآب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سید صاحب کو اپنے ہاتھ مبارک سے خوب سا نہلایا جیسا کہ اپنے بچوں کو نہلاتے ہیں اور جناب فاطمۃ الزہرا نے ایک لباس بہت ہی عزت کا اپنے ہاتھ مبارک سے سید صاحبؒ کو پہنایا ہے تب اس واقعہ کے سبب سے یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پیاروں کے نہلانے اور عمدہ لباس پہنانے کی برکت سے راہ نبوت کے کمالات ظاہر ہوئے۔ یہاں تک کہ جناب حضرت حق کی طرف سے حکم ہوا کہ جو شخص تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا اگرچہ لاکھوں ہونگے میں ہر ایک کو کفایت کروں گا۔ (مکاشفات رحمت)

حضرت سید صاحب کے طریقہ میں داخل ہونے کے ساتھ ہی باطنی برکات کے ظہور کے علاوہ ایک ظاہری برکت کا ذکر فرماتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں۔

جو شخص اُن کے طریقہ میں بیعت ہونے کا ارادہ کرتا ہے

وہ پہلے ہی سے بت پرستی اور شرک و بدعت اور ڈھول باجے ناچ تماشے کے چھوڑنے پر مضبوط ہو لیتا ہے تو حقیقت میں سید صاحب کے طریقہ میں داخل ہونا اس ملک میں اسلام کی نشانی ہے۔

سید صاحب کے مجدد ہونے کے بارہ میں مولانا فرماتے ہیں۔

بموجب بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ تحقیق اللہ عزوجل بھیجتا ہے اس امت کے واسطے سرے پر ہر سو برس کے اس شخص کو کہ نیا اور تازہ کرتا ہے اس امت کیواسطے دین اس کا، اس امت مرحومہ کے واسطے حضرت قطب الاقطاب امیر المومنین سید احمد قدس سرہٗ العزیز کو اس تیرھویں صدی کا مجدد پیدا کیا اور اس جناب نے دین کو تازہ اور نیا کر دیا اور غافلوں کو ہوشیار کر دیا اور دین کے علم کو خوب پھیلایا اور ذکر اور مراقبہ اس طرح فہمائش کر کے تعلیم کیا اور مشاہدہ کی حقیقت کو ایسا سمجھا دیا کہ جو نعمت برسوں میں حاصل نہ ہوتی تھی سو اس جناب کے طریقہ میں بآسانی ایک ہفتہ عشرہ میں حاصل ہونے لگی۔ (مکاشفات رحمت)

تصوف کی مشہور کتاب "زاد التقویٰ" میں مولانا! حضرت سید صاحب کے مجدد زمانہ ہونے کی دلیل میں چند نشانیوں کو پیش کرتے ہوئے

فرماتے ہیں۔

اس تیرھویں سو ہجری کے سرے پر حضرت امیر المومنین سید احمدؒ
پیدا ہوئے اور دین کو تازہ اور نیا کر دیا اور اس مضمون کو سارے
علماء آخرت اور عارف لوگ خوب پہچانتے ہیں اور لوگوں سے
بیان بھی کرتے ہیں مگر چند نشانیوں کا ذکر کرنا اس مقام میں
ضروری ہے تاکہ خواص و عوام سب کے سب آگاہ ہو جاویں
سو عوام کے آگاہ کرنے کا یہ مضمون ہے کہ حضرت مرشد برحق نے
اس ملک کو شرک اور کفر کی رسم اور کفار کے تہوار میں شریک
ہونے اور بدعت اور فسق و فجور سے پاک کیا اور ہر شخص کھلا کھلی
دیکھتا ہے کہ حضرت سید صاحب کے ظاہر ہونے کے وقت سے
اذان اور نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ وغیرہ احکام شرعی خوب
جاری ہوا ہے اور جمعہ اور جماعت اور نمازیوں کی کثرت ہوئی اور
گاؤں گاؤں شہر شہر پرانی مسجدیں آباد ہو گئیں اور نئی بن گئی
ہیں اور لڑکا پیدا ہونے میں لوگ عقیقہ کرتے اور نکاح میں ولیمہ
کرتے ہیں اور ناچ باجے آتشبازی سہرا گنگنا باندھنے وغیرہ
واہیات رسموں اور تشبیہ کفر سے کمال پرہیز کرتے ہیں اور انکے
ظاہر ہونے کے قبل یہ حال تھا کہ جب اس خاکسار نے پانچ

وقت کی اذان شروع کیا تو بعضے بعضے نادان مسلمان کہتے تھے
کہ شام صبح کی اذان سنی تھی دن کی اذان کبھی نہ سنی تھی یہ نئی نئی بات
نکلی ہے اور مسجدوں کا یہ حال تھا کہ لوگ ناچ کرواتے اور ہندوؤں
کی بارات اترتی اور شراب پیتے تھے۔

یہاں تک خرابی تھی کہ بعضے لوگ حافظ اور قاری اور مولوی اور
درویش کہلاتے تھے وے تعزیہ بناتے تھے اور بعضے لوگ بڑے
بزرگ کہلاتے تھے وے تعزیہ دیکھ کے بے اختیار روتے تھے
اور اسکی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ (زاد التقوی)

حضرت مرشد برحق کے طریقہ سے ہندوستان اور بنگالے
کے مسلمانوں نے دین پایا اور سب نے شرک اور بدعت
ڈھول باجے ناچ آتشبازی سہرا گنگنا باندھنے برہمن پوجنے
اور ہولی اور دیوالی بسنت وغیرہ میں خوشی کرنے کو اور ہندوؤں
کی ساری رسم اور چال کو ایکبارگی چھوڑ دیا۔

(نور علی نور)

حضرت سید صاحبؒ حنفی تھے۔ مولانا کے اقوال

مفسدوں اور بدعتیوں نے حضرت سید صاحبؒ کے طریقہ سے برگشتہ کرنے اور لوگوں کو ان کے طریقہ میں داخل ہونے سے باز رکھنے کے لئے مسلمانوں کو اس وقت یہ فریب دینا شروع کیا کہ سید صاحبؒ اور اُن کے خلفا وہابی ہیں اس بارہ میں مولانا کے اقوال ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت سید صاحب کے گروہ کے لوگوں کو جو متبع سنت کے ہوتے ہیں اور بدعت کی جڑ کھودتے ہیں وہی فریبی لوگ سنت کی ضد اور بدعت کی محبت کے سبب وہابی کہنے لگے اور یہ بات بھی عذاب ابتلا کے زیادہ تر باعث ہوئی اور یہ اُن کی نری جہالت تھی کیونکہ سید صاحبؒ کے گروہ کی سیکڑوں کتابیں موجود ہیں ان میں سوائے حنفی مذہب کی کتابوں کے اور اہل سنت کے مذہب کی تفسیر اور حدیث کی کتابوں کے دوسرے مذہب کی کتابوں کا کچھ ذکر نہیں اور سید صاحبؒ کے گروہ کے علماء میں صحاح ستہ اور تفسیر حنفی مذہب کے عقائد اور فقہ اور اصول فقہ کا درس و تدریس دن رات جاری ہے اور ان ہی علماء نے صحاح ستہ اور اہلسنت کے مذہب کی تفسیروں اور عقائد اور فقہ کی کتابوں کا متن مع ترجمہ چھپوایا اور قرآن مجید اور حدیث شریف کی کتابوں اور فقہ کی کتابوں کا ترجمہ بھی ان ہی علماء نے کیا اور ان کے گروہ میں زہد اور توکل کرنا اور تصوف کے موافق اتباع سنت کرنا اور علم تجوید اور قرأت کی تحقیق کرنا اور اس کے موافق قرآن شریف پڑھنا پڑھانا اور قرآن شریف کا حفظ کرنا اور لڑکوں کو حفظ کرانا اور ذکر اور مراقبہ سنت کی رعایت کیساتھ کرنا اور کثرت درود اور دلائل الخیرات اور حزب الاعظم کی اور ختم تراویح کی کثرت اور ساری سنتوں کا رواج دینا اور بدعتوں سے پرہیز کرنا جیسا جاری ہے ویسا دوسرے لوگوں میں نہیں اور یہ بات آفتاب کی طرح سب پر ظاہر ہے سو یہ سب نشانی تو اہل اللہ اور محمدی اور صوفی اور حنفی کی معلوم ہوتی ہے معلوم نہیں ان باتوں میں سے وہابی ہونے کی کون سی نشانی ہے۔

(مکاشفات رحمت)

فرمایا۔ ایک روز حضرت مرشد ممدوح قدس سرہٗ اپنے حنفی مذہب ہونے کا فخر کر کے فرمانے لگے کہ چاروں امام برحق ہیں اور چاروں کا اجتہاد حق ہے مگر ہمارے امام صاحب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اجتہاد اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا

مقبول ہوا کہ حنفی لوگوں سے بڑی بڑی خدمت لیتا ہے۔

(اطمینان القلوب)

فرمایا مرشد برحق نے خلافت نامہ میں تقلید کا حکم دیا ہے اور آپ مقلد تھے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے۔ حضرت مرشد برحق اپنے حنفی ہونے کا فخر کرتے تھے اور جب انکی مجلس میں حدیث کی کوئی کتاب پڑھی جاتی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق کوئی حدیث نکلتی تب فرماتے تھے کہ اس مسئلہ میں جس حدیث پر ہمارے امام صاحب نے تمسک کیا ہے اس کو بھی پڑھو۔

(نور علی نور)

فرمایا حضرت مرشد برحق اپنے مریدوں کو حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے مکتوبات پر عمل کرنے کی تاکید اور وصیت فرماتے تھے اور فقہار کی تقلید کی بڑی تاکید فرماتے تھے۔

(نور علی نور)

فرمایا ایک روز اس فقیر نے اپنے مرشد حضرت سید احمد قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ کچھ لوگ ایسے نکلے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ فقہ پر عمل کرنے کی کچھ حاجت نہیں عمل بالحدیث سے آدمی

کی نجات ہوتی ہے تب آپ کا چہرا متغیر ہو گیا اور فرمایا کہ فقہ کی تمول کتابیں مانند حدیث متواتر کے ہیں اسی پر تم آنکھ موندے عمل کرتے رہو اور میں بھی اسی پر عمل کرتا ہوں۔ (اطمینان القلوب)

طریقہ محمدیہ کے متعلق مولانا کے اقوال

مبتدعین اور معاندوں نے حضرت سید صاحبؒ کے طریقہ محمدیہ پر بھی ... طرح کے اعتراضات کئے اور اس کا بڑا چرچا کیا کہ طریقہ تو چار قدیم سے ...شہور تھا چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، مجددیہ، یہ پانچواں طریقہ کیسا ...کہاں سے آیا بعضوں نے طریقہ محمدیہ کو اس طرح متہم کیا کہ اس گروہ کے ...ن غیر مقلد اور وہابی ہیں کیونکہ غیر مقلد اپنے کو محمدی کہتے ہیں اس لئے ...د صاحبؒ اور اُن کی جماعت کے لوگ وہابی ہیں چنانچہ مولانا طریقہ کا ...ام محمدیہ رکھنے کی وجہ بتلا کر مبتدعین کے دجل و فریب کو عیاں کرتے ہیں

حضرت مرشد کے طریقہ کا نام جو محمدیہ رکھا ہے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ بعضے بعضے اولیار بعضے بعضے نبی کے قدم پر ہوتے ہیں جیسا کہ آٹھویں فصل میں "نظر بر قدم" کے بیان سے معلوم ہوا سو مرشد برحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر تھے اس واسطے اپنے طریقہ کا نام محمدیہ رکھا۔ کلکتہ میں مولوی غلام سبحان مرحوم نے

حضرت مرشد برحق سے سوال کیا تھا کہ آپ اپنے طریقہ کا نام محمدیہ
کس واسطے رکھتے ہیں اور مرشد برحق نے جوان کو جواب دیا تھا وہ
جواب بھی نظر بر قدم کی شرح ہے اس جواب کی تقریر کو حضرت
سید محمد ظاہر صاحب نے لکھدیا ہے سید محمد ظاہر صاحب مرشد
برحق کی اقربا اور خلیفوں میں ہیں اس وقت وے بھی سید صاحب
کیپاتھ حاضر تھے وہ تقریر یہ ہے آپ نے فرمایا کہ یوں سمجھنا
چاہیئے کہ مثلاً ایک بادشاہ ہے ایک شہر کا اور اس بادشاہ کو
ہر ایک صنعت اور حرفہ سے شوق ہے اس سبب سے اس شہر
کے جتنے اہل حرفہ ہیں اپنی اپنی کاریگری اور حرفہ سے اس
بادشاہ کو راضی کرتے ہیں اور تقرب سلطانی اُن کو حاصل ہے
کوئی ان میں سے ایسا ہے کہ ایک کاریگری جانتا ہے اور
کوئی ایسا ہے کہ دو کاریگری جانتا ہے اور کوئی تین کاریگری
جانتا ہے وعلیٰ ہذالقیاس اور ہر ایک کو اپنی کاریگری کے
موافق بادشاہ کا تقرب حاصل ہے اور وے جتنے ہیں
سب کے سب اس بادشاہ کے مقبول ہیں - ان میں سے
کوئی شخص ایسا فرض کیجیئے کہ اس کو سب قسم کی صنعتیں اور
کاریگریاں حاصل ہیں اور وہ مقرب بادشاہ کا ہے مثلاً

ایک شخص ہے کہ وہ منشی گری میں یکتا ہے اور تیراندازی میں
نہایت چست و چالاک گھوڑے پر خوب چڑھتا ہے اور پہلوان
کشتی گر بھی ہے اور سپاہی بے نظیر ہے کہ میدان میں دشمن
کے مقابلہ سے بھاگنا جانتا ہی نہیں اور بڑھئی کا کام بھی خوب
جانتا ہے اور لوہار کا کام بھی نہایت خوب جانتا ہے وعلیٰ
ہذالقیاس جتنی کاریگریاں ہیں سب ہیں اس کو نہایت مشتاقی
اور استعداد ہے اور وہ شخص بادشاہ کے پاس ہر وقت حاضر
رہتا ہے تاکہ جس وقت میں جو کام درپیش ہو بادشاہ اس کے
ہاتھ سے وہ کام لے پس یہاں سے جاننا چاہیئے کہ جتنے پیشوائین
اصحاب طریقہ گذرے ہیں مثلاً حضرت خواجہ معین الدین چشتی
اور حضرت غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی اور حضرت خواجہ
بہاءالدین نقشبند وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم کے وے سب کے سب
ہمارے پیشوا ہیں اور انھیں بزرگوں کے طریقے میں ہیں بیعت
لیتا ہوں مجھکو یہ دعویٰ نہیں ہے کہ میں اس سے افضل ہوں
لیکن جیسا کہ مجھکو ان لوگوں کے طریقہ کے سلوک میں اللہ سبحانہ
نے استعداد عنایت کیا ہے کہ ذکر اور شغل میں مشغول رہتا
ہوں اور تہذیب نفس اور تہذیب اخلاق بھی رکھتا ہوں

ویساہی اس کے سوا کچھ اور باتیں کہ حق تبارک تعالیٰ نے اپنے
پیغمبر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاص کر کے عنایت کیا
تھا اس میں سے بھی اس بندۂ ضعیف کو تھوڑا تھوڑا سا بخشا ہے
وہ کیا چیز ہے کہ امر جہاد ہے اور جاری کرنا حدود و قصاص کا اور
دفع کرنا شرک او بدعت کا وعلیٰ ہذا القیاس اور اس سبحانہٗ کی
عنایت سے میں اپنے اندر ان کاموں کے بجالانے کی استعداد
پاتا ہوں اور اللہ جل شانہٗ نے جو مجھکو قوت عنایت کی ہے
اُس قوت سے میں اپنے دل میں ارادہ کرتا ہوں اور دل سے
اختیار چاہتا ہے کہ کافروں کے مقابلہ میں گھوڑے پر سوار
ہو کے اور صلاح جنگ شمشیر اور نیزہ اور تیر و کمان اور بندوق
اور پستول باندھ کے اور زرہ خود بکتر بدن پر آراستہ کر کے اللہ
کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بلند کرنے کی نیت پر ...
ان کافروں سے لڑوں اور اس کی عنایتی قوت سے خندق
بھی اپنے ہاتھ سے کھود سکتا ہوں اور کلہاڑی لیکر لکڑیاں بھی چیر
سکتا ہوں اور حدود اور قصاص بھی جاری کر سکتا ہوں پس
اس نعمت خاص کے شوق سے اپنے طریقہ کا نام محمدیہ کہتا ہوں
کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کاموں کو

بہ نفس نفیس ادا کیا۔ (زاد التقویٰ)

فرمایا — یہ بات کہنا (پانچواں طریقہ محمدیہ کہاں سے آیا) نادانی کا
سبب ہے قدیم سے بہت سے طریقے مشہور ہیں ان چار کے سوا۔
اور یہ جو لوگ بولا کرتے ہیں "چار پیر چودہ خانوادہ" سو یہ غلط ہے
حق یہ ہے کہ بات ان لوگوں نے اپنی سمجھ اور واقفیت کے موافق
کہا ہے خانوادے بہت ہیں اور قیامت تک نکلتے جاوینگے۔
(نورٌ علےٰ نور)

فرمایا — طریقہ محمدیہ چونکہ سراسر متابعت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی
ہے اس سبب سے سارے کمالات اس طریقہ میں جمع ہیں۔
عوام لوگ طریقہ محمدیہ کی حقیقت سے واقف نہ تھے اس سبب سے
مفسدوں کے وسواس دلانے سے طریقہ محمدیہ کے نام میں شبہہ
کرنے لگے تھے سو الحمدللہ اب طریقہ محمدیہ کی حقیقت اور خوبی
معلوم ہوگئی اور حقیقت میں دین اور مذہب میں استقامت
جو سورۂ حشر کی اس آیت پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے
اسی کا نام طریقہ محمدیہ ہے وہ آیت یہ ہے وَمَآ اٰتٰكُمُ
الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔
(نورٌ علےٰ نور)

فرمایا حقیقت یہ ہے کہ طریقہ محمدیہ میں داخل ہونے سے طالب سارے طریقوں میں داخل ہوجاتا ہے اور طریقہ محمدیہ کے انکار سے سارے طریقوں کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ طریقہ محمدیہ سارے طریقوں کا خلاصہ ہے جیساکہ شریعت محمدی ساری شریعتوں کا خلاصہ ہے اور اتباع اس شریعت کی گویا اتباع ہے ساری شریعتوں کی۔

فرمایا طریقہ محمدیہ آخری زمانہ کے لوگوں کے حال درست کرنے کے واسطے اکسیر ہے اور ہر ایک کو اس طریقہ سے فیض پہنچا ہے کوئی جانے یا نہ جانے مانے یا نہ مانے۔

اس طریقہ محمدیہ کے خرق عادات سے یہ ہے کہ آپس میں پیر بھائیوں میں بڑی محبت ہوتی ہے۔

اس طریقہ محمدیہ کا اصل مقصود اور رکن اعظم مقام عبودیت کا حاصل کرنا ہے یعنی نرا بندہ بن جانا۔

جو شخص فقہ پر عمل نہ کرے یا اس کا عقیدہ اہلسنت وجماعت کے خلاف ہو تو وہ شخص طریقہ محمدیہ کا مخالف ہے۔

(تزکیۃ العقائد)

فرمایا اور اس جناب (سید صاحب) کے طریقہ میں بیعت

کرنے کی یہ تاثیر ہے کہ عوام لوگ زن و مرد جب فقط توبہ کے ارادے پر ان کے طریقے میں داخل ہوتے ہیں تو بیعت کرنے کے ساتھ ہی ایک طرح کا تزکیہ یعنی پاک ہونا فی الفور حاصل ہوجاتا ہے۔ جو لوگ سلوک الی اللہ کی نیت پر ان کے طریقے میں داخل ہوتے ہیں وے محض اللہ سبحانہٗ کے فضل سے ہفتہ عشرہ میں اپنے مقصد کو یا مقصد کے قریب پہونچ جاتے ہیں۔ اور ذکر اور مراقبہ کا انجام بخوبی سمجھ جاتے ہیں۔ (زاد التقوی)

حضرت مرشد برحق نے سارے طریقوں سے نور حاصل کیا علی الخصوص نقشبندیہ سے۔ (نورٌ علی نور)

"تقویۃ الایمان" مولانا کی نظر میں

حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ ایک مشہور کتاب "تقویۃ الایمان" ہے، یہ توحید اور اتباع سنت کی تعلیم، اور شرک و بدعت اور اوہام پرستی کے رد میں ایک جامع کتاب ہے یہ کتاب ہر دور میں مبتدعین اور قبر پرستوں میں ہلچل اور ہیجان کا باعث بنی رہی، مبتدعین "تقویۃ الایمان" کو اپنے حلقہ اثر میں اپنے دجل و فریب کیلئے برق خاطف سمجھتے رہے اور اس کتاب کی مخالفت میں اپنی بقا و حیات

کا تصور جما کر انھوں نے ہر زمانہ میں اس کے خلاف پروپیگنڈا کیا اور
اس کتاب کی طرف غلط باتیں منسوب کر کے اشتہار شایع کئے یہانتک کہ
حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی تکفیر میں فتویٰ اور اشتہار چھاپ کر تقسیم کیا۔
چنانچہ ایک اشتہار حضرت شہیدؒ کی تکفیر میں مولانا کی نظر سے بھی گذرا۔ چونکہ
تقویت الایمان کی مخالفت کی گرم بازاری کا سلسلہ اب بھی جاری ہے
اس لئے کتاب مذکور کے بارہ میں مولانا کے ارشادات اور اس اشتہار کو
دیکھکر مولانا کے تاثر کو پیش کرنا وقت کی ایک قیمتی چیز سمجھتا ہوں مولانا
فرماتے ہیں۔

ایک اشتہار اس فقیر نے مولانا محمد اسمٰعیل محدث رحمۃ اللہ علیہ
کی تکفیر میں لکھا ہوا دیکھا تو اس اشتہار میں محدث مرحوم کی
تکفیر کی وجہ بھی لکھی تھی کہ "تقویت الایمان" کے الفاظ سے انبیاء
اور اولیاء کی شان میں بے ادبی سمجھی جاتی ہے اور بے ادبی
کا وہم پیدا ہوتا ہے حق سبحانہ اس اشتہار کے لکھنے
والوں کو دین کی سمجھ دے اور اس کا خاتمہ بخیر کرے یہ فتوے
(جو کہ اشتہار میں تھا) اس نے اہل سنت کے مذہب کے
خلاف لکھا سو اس فقیر نے تقویۃ الایمان کو جو خوب بغور دیکھا
تو اس کا اصل مطلب سب اہلسنت کے مذہب کے موافق پایا۔

اور عبادات اور الفاظ بھی اس کے بہت اچھے پائے گئے۔
بڑا افسوس ہے کہ بدعتیوں کی ساری بے سند اور بے دلیل رسوم
اور شرک و کفر کی چالوں کو دیکھ کے اُن کو بدعتی اور مشرک اور
کافر نہیں کہتے باوجودیکہ وے سب اس پر اڑ گئے اور اصرار اور ہٹ
کرتے ہیں بلکہ اسی ہٹ نے اس کو اس اشتہار تک پہنچایا
اور ایسی سندی کتاب کے مصنف شہید فی سبیل اللہ کو کافر
کہتے ہیں نعوذ باللہ منہا۔ (مکاشفات رحمت)

رسالہ مکاشفات رحمت کے ایک دوسرے مقام پر مولانا فرماتے ہیں

دوسرا مفسدہ یہ ہے کہ اس ملک کے کلمہ گو خواص و عوام
عورت و مرد اس قدر شرک میں گرفتار تھے کہ جاہلیت کے
زمانہ کے مشرکین مکہ اور مشرکین ہندوستان سے بھی اعتقاد اور
ضد میں کچھ بڑھ گئے تھے سو مومنوں کی حمایت کرنے اور مشرکوں
سے شرک کی اعتقاد اور ان کی ضد کے توڑنے کے واسطے
حضرت مولانا اسمٰعیل شہید فی سبیل اللہ علیہ الرحمہ نے اپنے چچا اور
اُستاد اور مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث
دہلوی قدس سرہٗ کے عقیدے اور تصنیفات بموجب کتاب
مستطاب "تقویۃ الایمان" کو تصنیف کیا اور اس سے بڑی

ہدایت ہوئی اور مشرکوں کی ضد بلکہ کمر ٹوٹ گئی تب اُن بُرے علمار نے اس کتاب کے مصنف کے حق میں کفر کا فتویٰ لکھا اور فریب اور دھوکے کی راہ سے حاکموں کو اور سارے لوگوں کو وسواس دلایا کہ تقویۃ الایمان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا انکار اور انبیاء اور اولیا کے حق میں بے ادبی کے الفاظ لکھا ہے یہاں تک کہ اس مضمون کو ہندی اور ترکی زبان میں چھپوا کے اشتہار دیا اور اس مفسدے اور افترا سے مفسد لوگ اور اکثر جاہل لوگ خراب ہوئے اور حقیقت حال یہ ہے کہ اس کتاب میں توحید اور اتباع سنت اور شفاعت عظمیٰ کی حقیقت کی تعلیم بڑی خوبی کے ساتھ کیا ہے۔ (مکاشفات رحمت)

چاٹگام کے مشہور بدعتی پیر مولوی مخلص الرحمن نے مولانا کے پاس سات سوال بزبان فارسی لکھکر بھیجے ان سوالوں میں حضرت سید صاحبؒ مولانا عبدالحی دہلویؒ صاحب، مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ صاحب کے متعلق گستاخانہ استفسارات تھے جس کا مدلل اور دنداں شکن جواب مولانا نے لکھکر اس کے پاس بھیجدیا، اس کا مفصل ذکر رسالہ مقامع المبتدعین میں موجود ہے منجملہ اس کے پانچواں سوال تقویۃ الایمان کے حق و باطل ہونے کے بارے میں بھی تھا اس گندہ سوال کا جواب پانچ صفحات پر مولانا نے

رقم فرمایا جس کا ایک مختصر حصہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

ہاں تقویت الایمان جو اقسام شرک کی تردید میں لکھا ہے بعض دنیادار عالموں نے اس کے مضمون کو اپنی راہ رسم کے خلاف پاکر اس کا انکار کیا ہے اور بیہودہ اعتراضات لگا لگاکر تردید میں اس کے رسالے لکھے ہیں اور اس کے مصنف شہیدؒ پر بیہودہ تہمتیں لگاکر اشتہار کیا ہے لیکن بمضمون "لِکُلِّ فِرْعَوْنَ مُوسیٰ" یعنی ہر فرعون کے واسطے ایک موسیٰ ہے علمارِ دیندار نے بھی ان مخالفوں کے جواب میں بہت سے رسالے لکھے۔ اور بڑی بڑی معقول دلیلوں سے ان کے اعتراضوں کا جواب دنداں شکن دیا۔ چنانچہ رسالہ "توفیقیۃ الایقان شرح تقویۃ الایمان" اور "تنبیہ الضالین من طریق المرسلین" اور فیض عام اور بارانِ رحمت وغیرہ جو تصنیف کئے ہوئے علمائے مدراس کے ہیں ان مخالفوں کے اعتراضوں کا جواب اور ان کی تہمتوں کی تردید بخوبی مذکور ہے۔

(مقامع المبتدعین)

مولانا کے مفید ارشادات و ملفوظات

ذیل میں مولانا کے مفید اور کارآمد اور ناصحانہ مختصر مختصر اقوال کو مختلف مقامات سے چن کر ہدیہ ناظرین کرتا ہوں ان ارشادات کی ترتیب میں کسی خاص موضوع کی رعائت نہ ہوگی۔ واضح رہے کہ یہ ارشادات مولانا مرحوم کی مطبوعہ کتابوں سے چنے گئے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

جبتک ہر مومن شخص اپنے سارے مقدمہ اور معاملہ کو شریعت محمدی کی طرف رجوع نہ کرے گا اور اُس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سارے مقدمہ و معاملہ میں حکم نہ مقرر کرے گا اور مقدمہ و معاملہ کا جو فیصلہ ان کی شریعت میں نکلے گا اس کو دل کی خوشی سے قبول نہ کریگا تب تک وہ شخص مومن نہ ہوگا۔

جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ باطنی باتوں کی تعلیم کا بیان کتاب میں نہیں ہے سینہ بسینہ چلی آتی ہے سو غلط ہے۔ کیونکہ جو بات کتاب میں نہیں ہے وہ قابل اعتبار کے نہیں ہے اور وہ دین کی بات نہیں ہے۔

نیک لوگوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے اور بدلوگوں کی صحبت بدکام سے بدتر ہے۔

بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت کے فساد سے زیادہ ہے اور بدعتی فرقوں میں سے بہت برے وہ فرقے ہیں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے بغض رکھتے ہیں۔

دنیا مانند سایہ کے اور آخرت مانند آفتاب کے ہے سو سایہ کی طرف کتنا ہی کوئی جاوے گا اس کو پکڑ نہ سکے گا اور جب آفتاب کی طرف جاوے گا تب سایہ خود اُس کے ساتھ ساتھ روانہ ہوگا۔

اولیا لوگوں میں سے بعضوں نے جو دنیا کو قبول کر لیا ہے تو اس نیت پر کہ غیروں کو فائدہ پہونچاوے۔

اگر کوئی عالم کسی درویش یا مجذوب کا خلاف شرع کام دیکھ کے اس سے انکار کرے اور اس بے شرع شخص کی بات جو خلاف شرع ہے اُسکو نہ مانے تو اس کو کچھ ڈر نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے مددگار ہوتے ہیں۔

کوئی عالم اپنا خرچ مسلمانوں سے لینے میں اپنی بے غیرتی سمجھے اور لوگوں میں مطعون ہونے کے خوف سے وعظ و نصیحت کرنا چھوڑ کے دوسری نوکری چاکری جو اکثر اس زمانہ میں مکروہ اور مشکوک ہے اختیار کرے تو یہ وسوسہ شیطانی اور نفسانیت ہے اور یہ بات

انھیں علماء کے واسطے بیان کر رہے ہیں جو ملک ملک پھر کے ہدایت کرتے ہیں یا دین کے کام میں بند ہو رہے ہیں مثل معلم قرآن و فقہ اور موذن اور امام اور واعظ کے۔

نیک بات بجائے صدقہ کے ہے بلکہ صدقہ سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عادت یونہی جاری ہے کہ اپنے بندوں کو مرشد کے وسیلہ سے ہدایت کرتا ہے اور جس کو وہ سبحانہ گمراہ کرتا ہے اس کو مرشد نہیں ملتا فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا۔ مرشد کا پکڑنا طالب کو ضروری ہے مگر پہلے پہچان لینا بھی ضروری ہے کہ کون شخص مرشدی کے قابل ہے اور کون نہیں۔ ضرور ہے مرید کو ایک شخص کامل کا پکڑنا جو پیری کے قابل ہو کیونکہ وہ شیخ راہ کا رفیق اور ساتھی ہے۔

مرید کو سزاوار ہے کہ اپنے سارے اقوال و افعال کی تلاش میں لگا رہے اور اپنے نفس کو نہ چھوڑے۔

طریقہ آدمی کے نفس کے تزکیہ اور نفس کے فساد کی اصلاح کے واسطے ہوتا ہے اور نفس کا فساد ہر ملک اور ہر زمانہ میں بدلا کرتا ہے۔ اسی واسطے طریقہ بھی اس وقت کے لوگوں کے نفس کے فساد کی اصلاح کے مناسب ہوا کرتا ہے۔

اعتراض اہل اللہ پر یعنی اللہ والوں پر خصوصاً ان لوگوں پر کہ جن سے پیری اور مرشدی کا نام درمیان آیا ہو اور ان سے فائدہ لینا چاہتا ہو، نہ کرنا چاہیے اور اس اعتراض کو زہر قاتل معلوم کرنا چاہیے۔

ضروری ہے مبتدی کو کہ اس کے واسطے قرآن کی تلاوت کا کچھ حصہ مقرر ہو یعنی اپنے دن و رات کے سارے وقتوں میں سے ایک وقت قرآن کی تلاوت کے واسطے مقرر کرے۔

اس خاکسار نے خوب تجربہ کیا ہے جب فضول کام میں آدمی گرفتار ہوتا ہے تب اس کی سابق کی پرہیزگاری بھی جاتی رہتی ہے سو آدمی سے جب کوئی فضول کام ہو پڑے تب فی الفور توبہ کرے اور پھر فضول کام کے پاس نہ جائے۔

عمدہ لباس لوگوں کے دکھانے کے واسطے پہننے میں خواہش نفسانی ہے اور موٹے کپڑے پہننے میں ریا ہے تو کپڑا نہ پہنے مگر اللہ کی رضا کی نیت پر یعنی موٹا کپڑا یا عمدہ ہر طرح کے لباس میں اللہ تعالیٰ کی رضا منظور ہو۔ صاحب عوارف کہتے ہیں کہ ہم کو خبر پہونچی ہے کہ سفیان نے الٹا کرتا پہنا اور اس کو اس بات کی خبر نہ تھی یہاں تک کہ دن ہوا اور بعضے لوگوں نے

اس کو اس بات کی خبر دی تب اس نے بہ قصد کیا کہ کرتے کو
اُتار دوے اور سیدھا کر کے پہنے پھر باز رہا اور کہا کہ میں نے
اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت پر پہنا تھا سو اب میں
اس کو سیدھا کر کے آدمیوں کے دکھانے کی نیت پر
نہ پہنوں گا۔

یہ خاکسار کہتا ہے کہ اب شریعت محمدیؐ نے ہم کو ساری
شریعتوں سے بے پروا کر دیا وہ کیا ہے جو شریعت محمدیؐ میں
نہیں ہے یہاں تک کہ توریت تک کے پڑھنے سے حضرتؐ
ناراض ہوئے تو مشرکوں اور جوگیوں کے طریقہ کے موافق عمل
کرتے ہیں یا نجوم کے موافق عمل کرتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے کس قدر غضب میں گرفتار ہوگا۔

خرق عادت کا ظاہر ہونا مرشدی کے رتبہ کی شرط نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ذکر سے مقصود اصلی اطمینان قلب
اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا حاصل ہونا ہے اور غیبی صورتوں
اور نوروں اور رنگوں کا دیکھنا مقصود نہیں ہے اور نہ اس
واسطے ذکر مقرر ہوا۔

اُس خاکسار کے مرشد (حضرت سید صاحبؒ) نے خاکسار کو

فرمایا تھا کہ تم اچھا کھانا اور اچھا لباس اور اچھی سواری اختیار
کرو یہی تمہارے واسطے ریاضت اور مجاہدہ ہے سو اب ہم نے سمجھا۔

عید کے روز کی سیوئین کو خاکسار نے بریلی میں حضرت مرشد سے
پوچھا تھا ہنس کے فرمایا کہ مولانا کھانے پینے میں بدعت نہیں
ہوتی اور عید کے روز میٹھا کھانا مسنون ہے سیوئین بھی اسی میں
داخل ہے۔

جو کوئی نماز نہ پڑھے گا وہ شخص کتنے ہی عبادت اور نیکی اور
خیرات اور عمل صالح کریگا اس کا نفس کبھی نہ بنے گا اور یہ بات
بھی بدیہی اور یقینی ہے کہ اپنے نفس کی خرابی کسی کو پسند نہیں تو
اس صورت میں بے نمازی رہنا کب کسی کو پسند آوے گا۔

نماز مومنوں کی معراج ہے کہ اس کے سبب سے بندہ اللہ تعالیٰ
کے قرب کے مکان میں پہونچ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی دیدار
کے مقام کی خبر دیتی ہے اور نماز میں اس کے دیدار کی بو آتی
ہے اور یہ بات کسی عبادت میں حاصل نہیں۔

ذکر اولاد مولانا مرحوم

حضرت مولانا کرامت علی صاحبؒ کے انتقال کے وقت[1] مندرجہ ذیل بیٹے بقید حیات تھے۔

۱۔ قطب الاقطاب حضرت مولانا حافظ احمد[2] صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ حضرت مولانا حافظ محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ حضرت مولانا صوفی محمد حامد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ حضرت شاہ محمد عمر عرف بڑے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ بحر العلوم حضرت مولانا حافظ عبدالاول صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصانیف کثیرہ۔

عام واقفیت کے لئے ان حضرات کی جائے وفات اور مزار مقدس کا ذکر بھی اس سلسلہ میں کر دینا مناسب ہے۔

حضرت مولانا حافظ احمد صاحب کا انتقال شہر ڈھاکہ میں ہوا مزار آپکا ڈھاکہ چوک کی مسجد کے دکھن جانب ہے جو زیارت گاہ عامۂ مومنین بنا ہوا ہے۔

حضرت مولانا حافظ محمود صاحب (والد حضرت مولانا عبدالرب صاحب مرحوم)

[1] بڑے بیٹے حافظ عبداللہ مولانا کی زندگی میں لاولد فوت ہو گئے۔

[2] آپ کا انتقال ۱۳۱۶ھ میں ہوا [3] آپ کا انتقال ۱۳۰۹ھ میں ہوا

کا انتقال جونپور میں ہوا آپ کا مزار ملا ٹولہ کی مسجد کے پورب دروازہ کے متصل واقع ہے۔

حضرت مولانا حامد صاحب اور بڑے میاں صاحب کا انتقال سنواں ضلع نواکھالی میں ہوا دونوں بزرگوں کا مزار ایک ہی جگہ سنواں میں ہے۔

بحر العلوم حضرت مولانا عبدالاول[1] کا انتقال کلکتہ میں ہوا آپ کا مزار مقدس مانک تلہ عبدالرحمٰن خاں کے باغ میں ہے۔

حضرت مولانا مرحوم کے بیٹوں میں علاوہ بڑے میاں صاحب کے سب کے سب جید عالم ہوئے اور مثل اپنے والد محترم حضرت کرامت علی صاحب رحمہ اللہ کے تبلیغ واشاعت اور دینی خدمات میں ہمیشہ مصروف رہے، ہر ایک کی دینی خدمات اور حالات زندگی کی تفصیل کیلئے علیحدہ ایک ایک دفتر کی ضرورت ہے۔

مولانا کے بیٹوں میں شاہ محمد عمر عرف بڑے میاں صاحب ہمیشہ حالت جذب میں رہے شادی بیاہ نہیں کیا زندگی کا زیادہ حصہ نواکھالی ضلع میں گوشہ گمنامی میں گذارا، اہل نواکھالی نے ان کی بڑی خدمت کی اور ان کی ناز برداری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا آپ بھولے اور سیدھے اتنے تھے کہ پندرہ کے اوپر گنتی نہ جانتے تھے جذب اس درجہ تھا کہ ایک مرتبہ احقر کو متعدد تاکیدی خطوط لکھکر جونپور سے کبیر ہاٹ ضلع نواکھالی میں بلایا

[1] آپ کا انتقال ۱۳۲۹ھ میں ہوا۔

جب اخفر وہاں پہونچا تو آپکو یہ یاد نہ رہا کہ کس لئے بلایا تھا۔ آپ چائے
کے سخت عادی تھے غذا مختصر تھی۔

حضرت مولانا کی مندرجہ ذیل بیٹیاں تھیں۔

ام کلثوم بی بی ۔ ام سلمہ بی بی ۔ عمدہ بی بی۔ صغرا بی بی
زہرہ بی بی ۔ منا بی بی ۔ عائشہ بی بی ۔ ہاجرہ بی بی
معصومہ بی بی

ذکر تصانیف حضرت مولٰنا رح

حضرت مولانا کی دعوت و تبلیغ کا ایک پہلو وعظ و نصیحت تھا، دوسرا
تالیف و تصنیف، تیسرا علماء اور مبلغین کی جماعت تیار کرنا۔ مبلغین کا
نام ذکر خلفا میں آئے گا۔ اس مقام میں حضرت مولانا کی تالیف و تصانیف
کا ذکر کرنا مقصود ہے جس کا نقشہ ذیل میں دیا جاتا ہے، مولانا کی تصانیف
میں زیادہ تر کتابیں ردِ شرک و بدعت اور درستگی عقائد اور رسومات
کو مٹانے کے بارہ میں ہیں۔ وہو ہذا۔

نمبر شمار	کتابوں کے نام	زبان	مختصر کیفیت
۱	مفتاح الجنۃ	اردو	یہ کتاب فقہ میں ہے اور بہت مقبول ہے
۲	زینت المصلی	"	نمازیوں کیلئے فقہی مسائل کا ذکر ہے۔
۳	مخارج الحروف	"	یہ کتاب مدارس اسلامیہ میں داخل درس ہے
۴	زینت القاری	"	
۵	شرح ہندی جزری	"	فن قرأت میں مفصل کتاب ہے۔
۶	کوکب دری	"	لغت قرآن میں عمدہ رسالہ ہے
۷	ترجمہ شمائل ترمذی	"	شمائل ترمذی کا اردو ترجمہ۔

نمبر شمار	کتابوں کے نام	زبان	مختصر کیفیت
۸	ترجمہ مشکوٰۃ	اُردو	
۹	عقائد حقہ	"	بطرز سوال وجواب عقائد کو سمجھایا گیا ہے
۱۰	تزکیۃ العقائد	"	عقائد باطلہ کا رد خصوصاً خارجیوں کے عقائد کا رد ہے۔
۱۱	قول الثابت	"	رد شرک و بدعت و رسومات غیر شرعی
۱۲	مقامع المبتدعین	"	ایک بدعتی عالم کے سات سوال کا جواب
۱۳	حق الیقین	"	وعظ ونصائح امر ونواہی کے بیان میں
۱۴	بیعت وتوبہ	"	مشائخ طریقت کے ہاتھ پر بیعت وتوبہ کے منکروں کے جواب میں مدلل رسالہ ہے ضمناً ضروری باتیں بھی آگئی ہیں۔
۱۵	قول الامین	"	گروہ دودائیہ کے وسواس ولانیکے رد میں امام واحد کی تقلید کے اثبات کے متعلق مختصر رسالہ
۱۶	مراد المریدین	"	مجموعۂ مضامین ہے جس میں رد خوارج، قیام و میلاد کی دلیل، منافقین کے فتنہ، رتبۂ مشیخت کا بیان ہے۔
۱۷	قول الحق	"	میلاد کے متعلق تین صورتیں درج ہیں

نمبر شمار	کتابوں کے نام	زبان	مختصر کیفیت
۱۸	مراۃ الحق	اردو	دین میں پھوٹ ڈالنے والوں کا رد۔
۱۹	اطمینان القلوب	"	رد بدعات اور مفسدین کی ریشہ دوانیوں کا جواب۔
۲۰	ملخص	عربی	میلاد وقیام کے متعلق دلائل اور حرمین شریفین کے چاروں اماموں کے فتوے۔
۲۱	مکاشفات رحمت	اردو	دس نصیحتیں اور پانچ منکروں کا ذکر اور حضرت سید احمد صاحب کے مجدد ہونیکے بیان میں، اس ضمن میں بہت سے کار آمد مسائل کا ذکر ہو گیا ہے۔
۲۲	فیض عام	اردو	اشغال طریقہ نقشبندیہ اور لطائف کا ذکر اور مسائل تصوف کا بیان ہے۔
۲۳	حجت قاطعہ	اردو	بنگال کے خوارج کا ذکر، لاجمعہ لوگوں کا رد مکہ مکرمہ کا فتویٰ دربارہ جواز جمعہ۔
۲۴	نور الہدیٰ	اردو	مسائل تصوف اور تین قسم کی تجلیوں کا بیان مفصل مذکور ہے۔
۲۵	کتاب استقامت	اردو	اتباع سنت اور استقامت دین کے بارہ میں ایک مقدمہ، ۲۱ مضامین اور خاتمہ درج ہے۔

نمبر شمار	کتابوں کے نام	زبان	مختصر کیفیت
٢٦	نورٌ علی نور	اردو	تصوف کے بہترین مسائل کا مجموعہ ہے
٢٧	زاد التقویٰ	〃	تصوف و اشغال طریقہ اربعہ کے بارہ میں قابل قدر کتاب ہے۔
٢٨	راحت روح	اردو	فن تصوف میں
٢٩	قوت الایمان	〃	〃 〃 〃
٣٠	احقاق الحق	〃	لطائف ستہ میں ذکر کرنے کا طریقہ اور مراقبہ کی تعلیم
٣١	رفیق السالکین	〃	
٣٢	تنویر القلوب	〃	فن تصوف میں
٣٣	تزکیۃ النسواں	〃	عورتوں کے پردہ کے متعلق نایاب کتاب ہے
٣٤	نسیم الحرمین	عربی	رد بدعت
٣٥	براہین قطعیہ	〃	
٣٦	مولود خیر البریہ	عربی و اردو	میلاد رسول ؐ کی معتبر روایت
٣٧	کرامت الحرمین	اردو	دلائل میلاد و قیام۔ غیر مطبوعہ
٣٨	قرۃ العیون	〃	فضائل حرمین
٣٩	رسالہ فیصلہ	〃	
٤٠	عکازۃ المومنین	〃	

نمبر شمار	کتابوں کے نام	زبان	مختصر کیفیت
٤١	فتح باب صبیان	فارسی	قواعد فارسی بچوں کے لئے
٤٢	دعوات مسنونہ	عربی و اردو	جن دعاؤں کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے اُن کا مجموعہ

واضح ہو کہ طالبین کی سہولت کیلئے اہل مطابع نے مولانا جونپوریؒ کے مختلف رسائل کو یکجا کر کے ذخیروں کی صورت میں شایع کیا ہے، ابتک ذخیرہ کرامت کے تین حصے شایع ہو چکے ہیں۔ ہر سہ حصہ کی تفصیل یہ ہے،

"ذخیرہ کرامت" حصہ اول، یہ آٹھ رسالے ہیں۔ مکاشفات رحمت، فیض عام، تزکیۃ العقائد، حجت قاطعہ، نور الہدیٰ، کتاب استقامت، زینۃ المصلی، عقائد حقہ،

"ذخیرہ کرامت" حصہ دوم ہیں یہ چھ رسالے ہیں۔ قول الثابت، دعوات مسنونہ، مقامع المبتدعین، حق الیقین، بیعت توبہ، قول الامین،

"ذخیرہ کرامت حصہ سوم" ہیں یہ پانچ رسالے ہیں۔ مراد المریدین، ملخص قول الحق۔ مراۃ الحق، اطمینان القلوب،

تینوں ذخیروں ہیں کل اُنیس ١٩ رسالے ہیں۔

ذکر خلفاء مولانا رحمۃ اللہ علیہ

اب آخر میں حضرت مولانا جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کے لاتعداد خلفاء سے صرف اُن چند حضرات کے اسماء پیش کیئے جاتے ہیں جن کا پتہ ونشان آسانی سے احقر کو حاصل ہو سکا یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے مولانا کے نقش قدم پر چل کر تبلیغ وہدایت کا کام انجام دیا اور دین جاری کرنے میں اپنی عمر عزیز ختم کردی جن کا فیض لپنے اپنے حلقہ میں ابتک جاری ہے، اپنے حلقہ کی قید اس لئے لگائی کہ احقر کو بنگال وآسام کی سیاحت میں یہ بات متواتر طور سے معلوم ہوئی کہ حضرت مولانا نے اپنے باکمال اور صاحب استعداد خلفاء کو ایک ایک ضلع واطراف کی خدمت سپرد کردی تھی اور توثیق کیلئے اُن خلفاء کو اپنی نیابت کی سند جس کو خلافت نامہ کہا جاتا ہے عطا فرمادیا تھا اُن حضرات نے اپنے اپنے حلقہ میں کامیاب خدمات انجام دیں۔ اس وقت بھی اُن خلفاء کی اولاد کو لوگ احترام وعزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

مولانا کے چند نامور خلفاء کے نام یہ ہیں

نمبر شمار	اسماء خلفاء	مقام	ضلع
۱	مولانا انوار اللہ صاحب مصنف شوارق مکیہ		چاٹگام
۲	مولانا فیض اللہ صاحب	رائے پورہ	نواکھالی

نمبر شمار	اسماء خلفاء	مقام	ضلع
۳	مولانا سید محمد شاہ[۱] محدث رام پوری	.	رام پور اسٹیٹ
۴	مولوی عبد العزیز[۲] صاحب	ملفت گنج	فریدپور
۵	مولانا غلام شریف صاحب	.	چاٹگام
۶	مولانا حکیم اشرف علی صاحب	.	سلہٹ
۷	مولوی غلام اکبر خوندکار	رگھوناتھ پور	تیرہ
۸	مولانا سید طالب حسین صاحب	نوا باڑی کوندیا	ڈھاکہ
۹	مولوی الٰہی بخش صاحب مولف فتاوے دائم الدین	گھوڑی سار	فریدپور
۱۰	مولانا عبد القادر صاحب مصنف خلاصۃ المسائل	رائے پورہ	نواکھالی
۱۱	مولوی فرید الدین[۳] صاحب از اولاد بابا فرید شکر گنج رح	.	پنجاب
۱۲	مولوی شاہ طفیل اللہ صاحب	بارہ گھریا	مالدہ

[۱] آپ مولانا حامد شاہ قاضی شہر رام پور اسٹیٹ کے والد ماجد ہیں آپکا فیض علاوہ رام پور کے اضلاع بنگال میں پابنا اور ناٹور وغیرہ میں جاری ہے۔

[۲] آپ مولانا کی اردو تصانیف کا بنگلہ ترجمہ کر کے شائع کیا کرتے تھے ردالمفسدین، درویش نامہ، اسرار الصلوۃ وغیرہ آپ کی مشہور کتابیں ہیں

[۳] آپ عرصہ دراز تک جونپور میں رہ کر فیضیاب ہوتے رہے۔

نمبر شمار	اسماء خلفاء	مقام	ضلع
۱۳	مولانا منیر الدین صاحب	سندیب	نواکھالی
۱۴	شاہ عبید اللہ صاحب	ہتیہ	"
۱۵	شاہ نور اللہ صاحب	"	"
۱۶	حضرت گلزار شاہ صاحب	اودھ	اودھ
۱۷	مولوی امین الدین صاحب	منوہر گنج	تپرہ
۱۸	منشی نعمت اللہ صاحب	احمد پور	پابنا
۱۹	اکبر میاں جی	منوہر گنج	تپرہ
۲۰	مولانا خیرات حسین صاحب	.	اعظم گڈھ
۲۱	مولوی عبدالودود صاحب مدرس مدرسہ چاٹگام	.	چاٹگام
۲۲	مولانا خدا بخش صاحب	سراج گنج	پابنا
۲۳	مولانا عبید اللہ صاحب العبیدی [۵۲]	.	ڈھاکہ
۲۴	قاری محمد جاوید صاحب	.	سلہٹ

۵۱ آپ نے بگڑہ، رنگپور، سراج گنج، میں ہدایت کا کام کیا گو کنڈہ میں کوئی مسجد نہ تھی آپ نے مسجد بنایا تو ۲۰ - ۲۵ میل سے لوگ جمعہ ادا کرنے وہاں آتے تھے۔

۵۲ آپ شمس العلما ابو نصر سابق وزیر تعلیم آسام کے والدین مولانا کے خاص جاں نثاروں میں تھے آخر عمر میں مولانا کی دعا کی برکت سے شمس العلما پیدا ہوئے۔

نمبر شمار	اسماء خلفاء	مقام	ضلع
۲۵	قاری غلام سرور صاحب	.	تپرہ
۲۶	قاری محمد احمد صاحب		تپرہ
۲۷	منشی قاری سید جلال الدین صاحب	حاجی گنج	تپرہ
۲۸	شاہ شمس الحق صاحب	لکھی پور	نواکھالی
۲۹	منشی عبید اللہ صاحب	دولت خاں	بریسال
۳۰	مولوی فیض اللہ صاحب	"	"
۳۱	مولوی حافظ محمد حاتم صاحب امام مسجد کولوٹولہ کلکتہ	.	کلکتہ
۳۲	شاہ واجد علی صاحب	.	فرید پور
۳۳	مولوی جمال الیل صاحب	.	مدینہ منورہ
۳۴	منشی عزیز الرحمٰن صاحب	ملفت گنج	فرید پور
۳۵	مولوی منیر الدین صاحب	چہ مٹھوا	نواکھالی
۳۶	مولوی احسن اللہ صاحب	چرمنشا	"
۳۷	میاں رجب علی صاحب	کلنیا	ڈھاکہ
۳۸	مولوی قاضی دلاور علی صاحب	"	سلہٹ
۳۹	مولوی رفیع الدین صاحب	میٹھا پکھر	.

نمبر شمار	اسماء خلفاء	مقام	ضلع
۴۰	مولوی محمد نقی صاحب		نواکھالی
۴۱	مولانا حاجی عبدالحق صاحب مہاجر مکی	.	مکہ معظمہ
۴۲	منشی علیم الدین صاحب	چرمٹوا	نواکھالی
۴۳	قاری عبدالرحمن صاحب	رحمت گنج	ڈھاکہ
۴۴	قاری آقا شجاعت علی صاحب	.	ڈھاکہ
۴۵	مولوی عبدالعزیز صاحب	گوال پاڑہ	.
۴۶	مولوی شاہ قسیم الدین صاحب	اٹیا	ڈھاکہ
۴۷	مولوی احسن اللہ صاحب [1]	فراش گنج	نواکھالی
۴۸	منشی حاجی رحیم الدین صاحب [2]	.	فریدپور
۴۹	منشی پیار اللہ صاحب	بھرالیہ	ڈھاکہ
۵۰	مولوی غلام مبین صاحب	حاجی نگر	ڈھاکہ
۵۱	مولوی محمد علی صاحب	.	نواکھالی
۵۲	مولوی عبداللہ صاحب	نواکھالی ٹون	نواکھالی
۵۳	اسد اللہ مستان صاحب	امانت پور	״

[1] آپ مولانا کے بوٹ پر بطور ملاح بھرتی ہو کر آئے تھے اور بوٹ ہی پر مولانا کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کیا اور جید عالم ہوئے اور آپکے بیٹے مولوی جابر صاحب

[2] آپ نے بھی بوٹ پر تعلیم پایا۔

نمبر شمار	اسماء خلفاء	مقام	ضلع
۵۴	قاضی محمد رمضان صاحب بغدادی	کوار	ڈھاکہ
۵۵	مولوی قدرت اللہ صاحب		״
۵۶	مولوی وارث علی صاحب		
۵۷	مولوی رحیم بخش خوندکار صاحب	دس دونا	تپرہ
۵۸	منشی ولی اللہ صاحب	بانس گاڑی	تپرہ
۵۹	منشی منیر الدین صاحب	״	״
۶۰	منشی عبدالرحیم صاحب	رام کشنوپور	تپرہ
۶۱	منشی احسن اللہ صاحب	״	״
۶۲	حضرت مولانا حافظ احمد صاحب	ملاٹولہ	جون پور
۶۳	حضرت مولانا عبدالقادر صاحب	״	״
۶۴	حضرت مولانا مصلح الدین صاحب	״	״
۶۵	حضرت مولانا محمد محسن صاحب	״	״
۶۶	حضرت مولانا حافظ محمود صاحب	״	״
۶۷	حضرت مولانا محمد علی صاحب	״	״
۶۸	حضرت مولانا محمد حامد صاحب	״	״
۶۹	حضرت مولانا حافظ عبدالاول صاحب	״	״

التماس بنام متوسلین حضرت مولانا رحمہ اللہ

حضرت جد امجد مولانا کرامت علی صاحب قدس سرہٗ کے تمام متوسلین و معتقدین سے بعد سلام مسنون عرض ہے کہ بعض حضرات کے بار بار تقاضہ اور اظہار شوق کی خاطر عجلت میں "سیرت" ہذا کو شائع کیا جا رہا ہے۔ مجھے اقرار ہے کہ میری عدم واقفیت کے سبب حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی زندگی کے بہت سے حالات جز کتاب نہ ہو سکے، اسی طرح میری عدم واقفیت کے سبب ذکر خلفاء میں بہت سے ایسے خاص خلفاء کو پیش نہیں کیا جا سکا جن کا ذکر و تعارف "سیرت" ہذا کے صفحات پر ضروری تھا ان کوتاہیوں کی تلافی کیلئے آپ صاحبان سے التماس ہے کہ اس سیرت کی طبع ثانی کیلئے جلد از جلد احقر کی قلمی امداد فرمائیں یعنی حضرت مولانا رح کے صحیح و مستند حالات جن صاحب کو جس قدر معلوم ہوں لکھکر احقر کے پاس بھیجدیں، اسی طرح حضرت مولانا رح کے خلفاء کے نام اور ان کے صحیح اور مستند تبلیغی کارناموں کو جمع کر کے میرے پاس بھیجدیں تاکہ اس سیرت کی اشاعت دوم میں اضافہ کر سکوں۔ والسلام

احقر
عبد الباطن، جونپوری

پتہ
بیت الامن، ملا ٹولہ، جونپور